عدّت

قرآن وسنّت کی روشنی میں

قرآن انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

عدّت

قرآن وسنّت کی روشنی میں

قیمت روپے

-: کتاب ملنے کا پتہ :-

قرآن انسٹی ٹیوٹ

(برائے خواتین)

کیمپس-I دارالخیر A-76 ٹیپو سلطان روڈ، کراچی

فون: 34541144 فیکس: 34543443 موبائل: 0300-9203810

ای میل: quraninstitute@hotmail.com

عدّت
قرآن و سنّت کی روشنی میں
قرآن انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا
يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ...

(سورۃ البقرہ: آیت 234)

"جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں
اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں۔"

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ ...

(سورۃ البقرہ: آیت 228)

"اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ تین طہر اپنے آپ کو روکے رکھیں"

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
5	پیش لفظ
6	زندگی تصور سے زیادہ مختصر
9	آزمائش
11	شوہر کی وفات
12	تقدیر
14	صبر
17	صبر کیسے کریں؟
20	نوحہ
22	لواحقین کے کرنے کے کام
23	☆ قرض کی ادائیگی
23	☆ دُعائے مغفرت
26	☆ نیکیوں کا بیان
27	☆ تجہیز و تکفین
28	☆ غیر شرعی رسم و رواج سے اجتناب
29	☆ ایصالِ ثواب
31	عدّت
32	عدّت کا حکم
35	عدّت میں ممانعت

عنوان	صفحہ نمبر

عدّت کی حکمتیں	37
زمانۂ عدّت میں گھر سے نکلنے کی اجازت	39
بیوہ کے رشتہ داروں کے فرائض	40
غلط تصورات	40
عدّت میں نفقہ	41
میّت کے حقوق	45
صلہ رحمی	45
اولاد کی تربیت	46
وصیّت	47
وراثت کی تقسیم	48
اسلامی ریاست کا کردار	49
نکاحِ ثانی	50
نکاحِ ثانی نہ کرنے کی وجوہات	51
ازواجِ مطہرات کا اسوۂ	53
دُعائیں	57
حرفِ آخر	63

☆............☆............☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

میّت کی تدفین کو ابھی چند گھنٹے ہی گزرے ہیں رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور اب بیوہ کے پاس انتہائی قریبی لوگ موجود رہ گئے ہیں جو اس کی غم کی کیفیت سے نکلنے کے منتظر ہیں۔ بیوہ تنہائی کے احساس کے ساتھ ساتھ مستقبل میں پیش آنے والے حالات پر فکر مند ہے۔ وہ غم زدہ دل کے ساتھ بالکل درست رہنمائی کی طالب ہے لیکن موجود افراد درست رہنمائی سے قاصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ دینی علوم سے لاعلمی ہے اور دوسری یہ کہ مغربی نظریات نے مسلمان معاشرے کو متاثر کیا ہوا ہے جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ ہندوانہ تہذیب کے اثرات نے پوری کردی۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو کسی اور رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن انسٹی ٹیوٹ پندرہ سال سے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ اس جدوجہد کے دوران احساس ہوا کہ معاشرے کی اکثریت ان معاملات سے لاعلم ہے جو کسی کے شوہر کے انتقال پر پیش آتے ہیں۔ اس لئے جب کسی عورت کو ایسی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے تو لوگ ایسے ایسے خیالی مشورے دے رہے ہوتے ہیں جن کا اکثر حصّہ اسلامی احکام کے خلاف ہوتا ہے۔ ان غیر اسلامی اثرات سے بچانے اور ایسی عورت کی رہنمائی کے لئے جو شوہر کے انتقال کے سانحے سے دوچار ہوئی ہو، قرآن انسٹی ٹیوٹ کے شعبہ تصنیف و تالیف نے اس موضوع پر اسلامی احکامات پر مشتمل کتابچہ مرتب کرنے کا فیصلہ کیا۔ اللہ رب العزت کی توفیق، ساتھیوں کے تعاون اور مختلف کتب کی مدد سے یہ کتابچہ ''عدّت'' قرآن وسنت کی روشنی میں مکمل ہو سکا۔ ہم تمام ساتھیوں اور معاونین کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

شعبۂ تصنیف وتالیف

قرآن انسٹی ٹیوٹ (برائے خواتین) کراچی

(جنوری 2015ء ربیع اول 1436ھ)

زندگی تصور سے زیادہ مختصر

کینیڈا کے شہر ٹورنٹو میں روحی زید اپنے آفس کی بلڈنگ کے سامنے اپنے شوہر زید کے انتظار میں کھڑی تھی۔ روز کے معمول کی طرح آج بھی زید نے فون پر کہا" میں آفس سے فارغ ہو گیا ہوں تم کو لینے آ رہا ہوں تم دس منٹ بعد اپنے آفس سے باہر آ جاؤ" زید کا محبت بھرا لہجہ روحی کی تھکن دور کرنے کے لئے کافی ہوتا تھا۔

وہ زید کی محبت کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ زید کس قدر محبت کرتے ہیں، میری ہر ضرورت اظہار سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہیں۔ کینیڈا آئے ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے لیکن ایک لمحہ بھی مجھے اور میری بیٹی کو غمگین نہ ہونے دیا، اپنوں سے جدائی کا احساس تک نہیں ہونے دیتے، زندگی کو اس انداز میں مرتب کر دیا ہے کہ کوئی خلا محسوس ہی نہیں ہوتا، باقاعدگی سے کلب جانا، شاپنگ کرانا، ایک دوبار اسلامک سینٹر بھی جانا ہوا، سالوں کے بیت جانے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

صبح زید پہلے بیٹی کو اسکول اور مجھے آفس چھوڑ کر پھر اپنے آفس جاتے، واپسی پر فون پر تیار رہنے کا کہہ کر لینے آ جاتے لیکن......آج......آج کیا ہوا......15 منٹ......پھر 30 منٹ گزر گئے کبھی تاخیر نہیں ہوئی، روحی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی، زید کا موبائل بند......اور پھر 45 منٹ کے بعد آفس کی گاڑی میں کچھ لوگ اور زید کے دوست کی اہلیہ پہنچ گئیں اور ساتھ چلنے کا کہا، روحی پریشانی کے عالم میں ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ سوالات کی بوچھاڑ، لیکن کوئی جواب نہ آیا بلکہ اسپتال آ گیا تو زید کے انتقال کی خبر دی گئی، روحی حیرانی کے عالم میں یہی کہے جا رہی تھی کہ ابھی ابھی فون پر بات ہوئی ہے بالکل ٹھیک تھے۔ پھر زید کے قریب جا کر دیکھا تو ان کے ماتھے پر پسینہ موجود تھا۔ بے ہوش ہونگے، ڈاکٹر صاحب چیک کریں زید تو زندہ ہیں انہیں پسینہ بھی آ رہا ہے ایسا نہیں ہوسکتا............ بتائیں ڈاکٹر

صاحب بتائیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا محترمہ ہم نہایت افسوس سے کہہ رہے ہیں زید صاحب اب ہم میں نہیں رہے، وہ اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

زید کے دوست کی اہلیہ شیما نے روحی کو سہارا دیا اور سمجھانا چاہا لیکن روحی کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور وہ نوحہ کئے جا رہی تھی۔ شیما نے سمجھایا کہ میری بہن یہ بتاؤ دنیا کے عظیم ترین شخص کون ہیں؟ سید البشر سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہی ہیں نا! وہ بھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے تھے اور تمام اُمہاتُ المومنین سے بھی، لیکن جب رب العزت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، تمام اُمہاتُ المومنین اور پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سوچو وہ کتنی کم عمر تھیں ان کے عظیم شوہر دنیا سے رخصت ہو گئے اس موقع پر ہمیں یہی کہنا چاہیے۔

...اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (سورۃ البقرہ: آیت 156)

''ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔''

ہم کیا رہیں گے جب رسول خدا ﷺ نہ رہے۔ پھر دیکھو روحی میری ایک عزیز ہیں تم سے کم عمر ہیں، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کے شوہر کام پر گئے اور دہشت گردی کا شکار ہو کر شہید ہو گئے لوگوں نے آ کر خبر دی کہ ان کہ شوہر اس دنیا میں نہیں رہے، انھوں نے غم سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہی دعا پڑھنی شروع کر دی، آنکھوں میں آنسو جاری تھے زبان پر اللہ کا ذکر اور مغفرت کی دعائیں جاری تھیں ان کے بچے ان کے گرد جمع تھے اور ان بچوں نے بھی کوئی غلط الفاظ زبان سے نہ نکالا، نہ شکوہ نہ شکایت، اللہ کے حکم پر پورا گھرانہ راضی تھا۔ یہ سمجھ اور شعور تھا کہ اللہ کے فیصلے پر اختیار کسی کا نہیں جو ہونا تھا ہو چکا......

روحی کو کچھ قرار آ گیا، کچھ سوچتے ہوئے بولی: میں مسلمان ہوں لیکن مجھے کچھ علم

نہیں ہے کہ میں نے اب کیا کرنا ہے؟ زندگی کیسے گزارنی ہے؟ شیما نے جواب دیا اللہ رب العالمین نے جو کام دنیا میں مشکل رکھے ہیں ان میں آسانیاں پیدا کرنے والے اسباب بھی ساتھ ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ اللہ نے زید بھائی جیسی نعمت تم کو دی تھی، اللہ تم سے بہت محبت کرتا ہے، اس ہی سے محبت کی جائے تاکہ وہ ذات جنت میں تم کو تمہارے شوہر سے ملا دے اور پھر کبھی جدائی نہ ہو۔ آؤ دیکھتے ہیں اس موقع پر قرآن وحدیث میں ہمیں کیا ہدایت دی گئی ہیں؟ ان ہدایت پر عمل پیرا ہونے سے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ... (سورۃ آل عمران: آیت 185)

''ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے، اس حقیقت کا قائل ان لوگوں کو بھی ہونا پڑا جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت پر آ کر رہے گی۔

ہر نفس اپنی موت کا سفر اپنی پیدائش سے ہی شروع کر دیتا ہے، یہ زندگی تو امتحان گاہ ہے۔ انسان اپنی پیدائش، تقدیر اور موت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے آگے بے بس ہے۔ نہ اپنے اختیار سے پیدا ہو سکتا ہے، نہ مر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی یا اپنے پیاروں کی موت کو لمحہ بھر کے لیے ٹال سکتا ہے۔ ہمیشگی صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات کے لئے ہے۔ غور طلب بات یہ ہے زندگی کو اپنے وقت پر ہی ختم ہونا ہے۔ فکر ایمان کی کرنی چاہیے کہ اس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ مال کے نقصان اور پیاروں کی موت کی آزمائش میں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو اور بندے کے ایمان میں اضافہ کا باعث ہو۔ اپنی موت سے پہلے ہی موت کی تیاری کر لینا دراصل مہلت زندگی کا نفع بخش استعمال ہے۔

آزمائش

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَالۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ o (سورۃالملک: آیت 2)

''وہی تو ہے جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ سب امتحان اور آزمائش ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو اچھے اور بُرے حالات سے گزرنا ہی پڑتا ہے، ان حالات میں بندہ اپنے ربّ سے قریب بھی ہوسکتا ہے اور دور بھی۔ جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نعمتیں دے کر آزماتا ہے تو ان نعمتوں کو اللہ ہی کی عطا مان کر اُسی کا شکر گزار ہوتا ہے تو اللہ اس بندے سے راضی ہو کر اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ اس کے برعکس بندہ اگر ان نعمتوں کو اپنی کاوش، محنت، ذہانت اور حق سمجھ کر پھول جاتا ہے تو وہ اس آزمائش میں ناکام ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نعمتوں کے نقصان میں مبتلا کر کے بندے کی آزمائش کرتا ہے۔ جب بندے کو غم، مصیبت اور پریشانی پیش آتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے، صدقہ دیتا ہے اور اللہ سے دُعا کرتا تو اللہ اس سے راضی ہو کر اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے درجے بلند کر دیتا ہے، الغرض وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ بندہ ہر حال میں اللہ پر توکل کرے اُسی پر بھروسہ کرے تا کہ ہر قسم کی آزمائش سے ایمان وصحت کی سلامتی کے ساتھ گزر سکے۔

آزمائشوں کی ایک قسم دل پسند حالات مثلاً نعمتوں کا ملنا، خوشیاں، مال اور دولت، شہرت وعزت، اولاد اور اس کی ترقیاں، شادی، صحت، قوت وطاقت، جوانی، کامیابی، ترقی، کاروبار کا نفع وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم ناپسندیدہ حالات ہیں مثلاً اپنی اور پیاروں کی بیماری، فقر وفاقہ، اولاد سے محرومی، اولاد کی نافرمانی، شہرت و طاقت میں کمی، کاروبار میں نقصان اور پیاروں کی موت وغیرہ شامل ہیں۔

دنیا دارالامتحان ہے اور آخرت میں نتیجہ حاصل ہونے والا ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں دونوں طرح کے حالات کا تسلسل رہتا ہے جس میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ وہ خاص لوگ جو اللہ کے محبوب اور انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے وہ بھی آزمائشوں سے گزرے۔

- حضرت آدم علیہ السلام نے مشقتیں جھیلیں۔
- حضرت نوح علیہ السلام نے 950 سال اپنی قوم کو ہدایت کی طرف بلایا لیکن ان کی قوم نے جھٹلایا، مذاق بنایا، اولاد نافرمان ہوئی اور بیوی نے بھی ساتھ نہ دیا۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے، باپ سے دشمنی مول لی، خاندان سے جدا ہوئے، ہجرت کی، لختِ جگر کی قربانی کے لیے تیار ہوگئے۔
- حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی جدائی کے غم میں نابینا ہوگئے۔
- حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے پھر قید میں طویل عرصہ گزارا۔
- حضرت زکریا علیہ السلام کے آرے سے دوٹکڑے کیئے گئے۔
- حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔
- حضرت ایوب علیہ السلام تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہوئے۔
- حضرت محمد ﷺ جو تمام نبیوں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب بندے ہیں ان پر بھی آزمائشیں آئیں، قوم نے جھٹلایا، شعب ابی طالب میں قید رہے، قوم نے سوشل بائیکاٹ کیا، طائف میں پتھر برسائے گئے، غزوات میں تکالیف اٹھائیں، زخمی ہوئے، بیٹے، بیٹیوں اور بیویوں کی اموات کے غم جھیلے، فقر وفاقہ پیش آیا، ایک ایک ماہ گھر کا چولھا

نہ جلتا تھا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا’’ مجھے اتنی ایذا پہنچائی گئی کہ کسی اور کونہیں پہنچائی گئی‘‘ (ترمذی:ابواب صفۃ القیامہ)

شوہر کی وفات

بیوی کا سب سے قریبی تعلق شوہر سے ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ کے شریک اور ایک دوسرے کے لیے باعث سکون ہوتے ہیں۔شوہر کی وفات ایسا سانحہ ہے جس سے بیوی کے تمام معاملاتِ زندگی متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ایسا غم ہے کہ بیوی کا دل و دماغ اس واقعے کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا، اس کی مثال ایک روڈ ایکسیڈنٹ کی مانند ہے کہ حادثہ پیش آنے کے بعد کچھ وقت سوچنے سمجھنے کے لئے درکار ہوتا ہے۔ایسی صورت میں اگر دین کا صحیح فہم اور اللہ کی ذات پر کامل توکل نہ ہوتو اس صدمہ سے عورت کی ذہنی اور جسمانی حالت اعتدال میں نہیں رہتی، سکتہ اور مختلف بیماریوں کا شکار ہونے کی وجہ سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کام نہیں کرتی، زبان سے شکوے شکایت یا بَین کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے لیے آزمائش بن جاتی ہے، اللہ کے احکام کا پاس نہیں رکھتی اور عبادت سے غافل ہوجاتی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر توکل نہیں کرتی۔ اس کے برعکس ان حالات میں دین کا صحیح فہم، عقیدے کی پختگی، تقدیرِ الٰہی پر راضی رہنا اور آخرت کے اَجر کی امید پر صبر و تحمل سے کام لینا ہی اس مشکل وقت میں سب سے بڑا سہارا ہوسکتا ہے۔ جس کے ذریعے ہی ان کٹھن حالات میں ذہنی اور جسمانی سلامتی کے ساتھ وہ بخوبی گزر سکتی ہے اور اپنی ذات سے وابستہ افراد اور ذمہ داریوں کو دوبارہ زندگی کے معمول کی طرف گامزن کرسکتی ہے۔ ایسے میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ایسی ہستی کے سامنے اپنا دُکھ درد بیان کر کے مدد طلب کرے جو اس کی شاہ رگ سے بھی قریب ہو، اس کی ضروریات سن سکتا ہو، تکلیف دور کرسکتا ہو، مسائل حل

کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اس کے پاس زخموں کا مرہم ہو، وہ رب العزت کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ وہی مدد کرسکتا ہے اور کسی بھی ذریعے سے کرسکتا ہے۔اسی لئے قرآن وسنت کی رہنمائی پر یقینِ کامل کے ساتھ اپنے دل کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کسی کو مصیبت آ پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ اس کی مدد فرماتا ہے اور اس کو نعم البدل بھی عطا فرماتا ہے۔لہٰذا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا یہ دعا پڑھتی رہیں تو ایام عدّت گزارنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا اور وہ اُمہاتُ المومنین میں شامل ہوگئیں۔

وہ دُعا یہ ہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اَللّٰھُمَّ اَجُرۡنِیۡ فِیۡ مُصِیۡبَتِیۡ وَ اخۡلُفۡ لِیۡ خَیۡرًا مِّنۡھَا

''یقیناً ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔اے اللہ مجھے صدمے میں اجر دے اور بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما۔'' (صحیح مسلم: حدیث 918)

تقدیر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

...وَخَلَقَ كُلَّ شَيۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا ○ (سورۃ الفرقان: آیت 2)

''جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔''

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو وجود بخشا اور ایک ایک چیز کی صورت، جسامت، استعداد، اوصاف، کام، زندگی اور موت، عروج وارتقاء کی حدود اور دوسری تمام تفصیلات مقرر کردیں۔ جو تکلیف پہنچتی ہے وہ پیدائش سے پہلے ریکارڈ میں درج کرلی گئی ہے، قلم

سُوکھ چکا، صحیفے اٹھالئے گئے، تقدیر لکھی جا چکی، وہی پیش آئے گا جو لکھا جا چکا اور جو ہو گیا وہ ٹلنے والا نہ تھا اور جو ہونے سے رہ گیا وہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بیماری لاحق ہو، کوئی پیارا عزیز انتقال کر جائے، مالی نقصان ہو جائے یا آگ لگ جائے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ یہی مقدر میں تھا۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ تقدیر پر جب تک ایمان مضبوط نہ ہو گا اعصاب کو سکون نہیں ملے گا بلکہ نفسیاتی الجھنیں پیدا ہونگی، وسوسے اُبھریں گے، ناراضگی، چیخ و پکار، شکوے شکایت کے بجائے رضائے الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہی عافیت کا راستہ ہے۔ اگر کسی بھی درپیش مسئلے کے حل کے لئے اسباب سے کام لیا، جائز تدابیر اختیار کیں، دُعائیں کیں پھر بھی وہ پیش آ گیا جس کا اندیشہ تھا تو یہی سمجھنا چاہیے کہ جو مقدر تھا وہ ہوا، یہ نہ کہیں کاش ایسا کیا ہوتا یا ایسا نہ کیا ہوتا۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا، تو ممکن ہے یہ تکلیف اور مصیبت انعام خداوندی بن جائے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۚ لِّـكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ (سورۃ الحدید: آیت 22,23)

"کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوئی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے (یہ سب کچھ اس لئے ہے) تا کہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تقدیر پر ایمان لانا اس قدر ضروری ہے کہ اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کر دو تو اللہ کے ہاں قبول نہ ہو گا جب تک

کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور تمہارا پختہ اعتقاد یہ نہ ہو کہ جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے تم کسی طرح اس سے چھوٹ نہیں سکتے اور جو حالات تم پر پیش نہیں آتے وہ تم پر آ ہی نہیں سکتے تھے (یعنی جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور مقرر ہو چکا ہے اس میں ذرہ برابر تبدیلی بھی ممکن نہیں ہے) اور اگر تم اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہو تو تم یقیناً جہنم میں جاؤ گے۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، مسند احمد)

شیطان خوشی اور غم کے موقع پر انسان پر حملہ کرتا ہے۔ خوشی کے حالات میں غفلت میں ڈال کر اور غم کے حالات میں ناامیدی میں مبتلا کر کے۔ غفلت اور ناامیدی میں پڑنے والا صحیح راستے سے بھٹک جاتا ہے اور یہی شیطان چاہتا ہے کہ خود تو جنت سے مایوس ہے ہی، اللہ کے بندوں کو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس کر دے۔

مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ہر کام اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ کائنات کا کوئی پتہّ اس کے حکم کے بغیر نہیں کھڑکتا، تقدیر کا لکھا ہو کر ہی رہتا ہے، لیکن کاتب تقدیر سے پُر امید رہنا چاہیے کہ صرف وہی ربّ ہے جو غم اور مصیبت کو دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جو کچھ اُس نے لیا تو دیا کس نے تھا؟ جو کچھ موجود ہے اس پر شکر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دیا ہوا اُسی کا ہے۔ یعنی مال، اولاد، صحت، محبت، آرام، اعضاء کی سلامتی، ضروریات زندگی وغیرہ وغیرہ۔

صبر

صبر کے لغوی معنی رُکنے کے، برداشت کرنے کے اور حق بات پر جم جانے کے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ، اضطراب اور پریشانی سے نفس کو روکنا، مصائب کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا، ثابت قدم رہنا، اللہ کا حکم سمجھ کر اس پر راضی بہ رضا رہنا اور اس کو برداشت کرنا صبر کا ایک بلند مقام ہے۔

صبر کا بدلہ:

صبر بہترین خوبی ہے اور اس کا بدلہ جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ الْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ o (سورۃ البقرہ: آیت 155)

''ہم خوف، فاقہ، جان و مال اور پھلوں میں نقص و کمی کر کے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے۔ پس صبر کرنے والوں کے لیے بشارت ہے۔''

... الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ o (سورۃ الزمر: آیت 10)

''صبر کرنے والوں کو تو انکا اجر بے حساب دیا جائے گا۔''

صبر پر بشارتیں:

صبر غم کی انتہائی حالت میں باوقار اور مثبت رویہ کے اظہار کا نام ہے۔ یہ مومن ہی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ بندہ مومن جب اپنے ربّ سے ہر حال میں راضی رہتا ہے اور اللہ کی محبت اور آخرت کے اجر کی امید پر صبر کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

... وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ o (سورۃ آل عمران: آیت 146)

''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

ذرا سوچئے! اس سے بڑی بشارت کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے ربّ کا محبوب بن جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اس کے سارے ہی کام اس کے لئے باعث رحمت اور باعث خیر ہوتے ہیں۔ یہ وصف مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ اگر اسے کوئی خوشی و مسرت نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے، اس کے لیے یہ شکر

بھلائی کا باعث ہوتا ہے اور اگر کوئی تکلیف یا صدمہ پہنچتا ہے تو اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بھلائی ہوتی ہے۔'' (رواہ مسلم: باب صبر)

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس مسلمان کو کوئی (قلبی یا جسمانی) تکلیف اور بیماری یا رنج وغم اور اذیت ودکھ پہنچتا ہے حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی چبھتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا) ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہ دور فرما دیتے ہیں۔''

(صحیح بخاری ومسلم: کتاب المرضیٰ ابر والصلۃ)

عارضی جدائی کے بعد ملاقات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِکَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ۝ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ۝ (سورۃ الراعد: آیت 24-23)

''ایسے باغ جو انکی ابدی قیام گاہ ہونگے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہونگے اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائیکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لئے آئیں گے اور ان سے کہیں گے ''تم پر سلامتی ہے تم نے جس طرح دنیا میں صبر سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو''۔ پس کیا خوب ہے یہ آخرت کا گھر۔''

تصور کریں کہ! انشاءاللہ جیسے ہی موت واقع ہو فرشتے ہر طرف سے استقبال کے لیے آجائیں، لیکن یہ اس صورت میں ہی ممکن ہے کہ جب میں صبر کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار لوں۔ زندگی کتنی باقی ہے اور موت کتنے قریب یہ تو کسی کو بھی علم نہیں ہے۔ بس جتنی بھی باقی ہے صبر اور شکر کے ساتھ ربّ کے احکام کی فرمانبرداری خوش دلی سے

کرلوں تو منزل آسان ہوجائے گی۔ بوقت موت اللہ تعالیٰ کے فرشتے خوشبو کے ساتھ بہترین شکل میں حاضر ہوجائیں اور خوشخبری اس طرح دیں گے کہ ”تم پر سلامتی ہو، دنیا میں جس طرح تم نے صبر سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہو۔“

يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ο ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ο

فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ο وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ο (سورۃ الفجر: آیت 30-27)

”اے نفس مطمئن، چل اپنے ربّ کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے نیک انجام سے) خوش (اور اپنے ربّ کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہوجا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔“

صبر کیسے کریں؟

دعائے صبر:

... اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ο (سورۃ البقرہ: آیت 156)

”بے شک ہم (سب) اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اس دُعا میں ہی حقیقت بتائی گئی ہے کہ ہم سب کو پیدا کرنے والا اور دنیا میں بھیجنے والا اللہ ہی ہے۔ اُسی نے زندگی اور موت کو طے کردیا ہے ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر اللہ کے پاس جانا ہے۔ اس دُعا کے تین فائدے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے کی مدد کرے گا اور اسکے لئے صبر کرنا آسان کردے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس حقیقت کا یقین کہ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اسی کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے، اسی پر توکل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسکا اجر دے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ غم کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے گا۔

غم اور تکلیف کے بارے میں یہ غور کیا جائے کہ دین کا نقصان ہے یا دنیا کا؟ اس کے بعد یہ سمجھا جائے کہ اگر دین کا نقصان ہوا ہے تو یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ اس نقصان کی تلافی ہر ممکن طریقے سے کی جائے۔ لیکن اگر دنیا کا نقصان ہے تو دنیا کو آخر کار ختم ہونا ہے اس نقصان سے جنت کا سودا کرنے کی کوشش اور فکر کی جائے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ... (سورۃ البقرہ: آیت 45)

''مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے''

اللہ رب العزت نے تمام طریقے اپنے بندوں کو بتا دئے ہیں۔ صبر کی توفیق طلب کرنے کے لئے حاجت کے نفل پڑھیں، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر صبر اور ہمت طلب کریں اور مسنون طریقے سے تمام امور کی انجام دہی کی توفیق طلب کریں۔ فرض نمازوں کی بروقت ادائیگی کا اہتمام کریں۔

جو غم اور نقصان قسمت میں تھا پہنچ گیا اب ان نعمتوں کا تصور کیا جائے جو ربّ العزت نے عطا کی ہیں۔ ان تمام نعمتوں میں سے ایک نعمت واپس لے لی ہے جب کہ وہ تو ہر چیز کا مالک ہے جو چاہے واپس لے لے، مگر اس کا احسان ہے کہ اس نے بے شمار نعمتوں کو باقی رکھا ہے، ان نعمتوں پر نظر ڈالی جائے اور اللہ تعالیٰ سے نعمتوں کے زوال سے پناہ مانگی جائے اور اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔ یہ سوچا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑا غم دے دیتا تو کیا ہوتا؟ اور پھر آخرت اور قیامت کے مناظر اور ہولناکیوں کا تصور کیا جائے کہ جس وقت کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور یہ دُعا کی جائے کہ قیامت کی مصیبت اللہ تعالیٰ آسان کردے تو یہ غم جھیلنا آسان ہو جائے گا۔

جو غم ملا ہے اس کے مقابلے میں ان لوگوں کے غم کا تصور کیا جائے جو اس سے بھی بڑی مصیبت، غم اور پریشانیوں میں چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں اور چھٹکارا

حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں پاتے۔

اللہ کا ذکر اور استغفار کی کثرت سے اللہ تعالیٰ ہر غم سے نجات اور ہر بحران سے نکلنے کا راستہ دکھاتے ہیں۔ استغفار کی کثرت مصائب سے نکلنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًاO إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًاO (سورۃ الم نشرح: آیت 5-6)

''پس بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔
بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔''

اہل علم کی صحبت سے قرار حاصل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مطالعہ بہترین مددگار ہوتا ہے۔ قرآن، حدیث اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے کے بہت فوائد ہیں۔ وسوسے، غم اور تفکرات دور ہو جاتے ہیں، باطل میں پڑنے سے آدمی بچا رہتا ہے، بیکار باتوں سے نجات ملتی ہے، گفتگو کا سلیقہ آتا ہے، زبان فصیح ہوتی ہے، عقل بڑھتی ہے، دل کی صفائی ہوتی ہے، ذہن کھلتا ہے، علم میں اضافہ ہوتا ہے اور معلومات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ لوگوں کے تجربوں، حکیموں کی حکمت اور علماء سے فیض حاصل ہوتا ہے، ذہن انتشار سے بچتا ہے اور وقت ضائع ہونے سے بچتا ہے۔

زندگی کے کاموں میں اللہ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کیا جائے کہ ابھی غم ملا ہے پھر خوشی بھی ملے گی انشاء اللہ۔ ہر حالت میں اللہ کی اطاعت کرنی ہے اُس طریقے سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے ہم تک بھیجا ہے۔

اپنے غم کو غلط کرنے کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے غم کے ہوتے ہوئے بھی اللہ کی مخلوق کی پریشانیوں کو محسوس کرتے ہوئے ان کے لئے دُعا کرنا کیونکہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

جولوگ آپکےغم کوغلط کرنے میں معاونت کرتے ہیں ان کی قدردانی کی جائے، ہوسکتا ہے کہ پہلے ان سے تعلقات بہتر نہ ہوں لیکن اب اگر وہ ازالہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بھی کرنے کی ضرورت ہے، پچھلے اختلافات کو اللہ کی رضا کے لئے بھلا کر ان سے بہتر تعلقات استوار کرلیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جوشخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کوصبر عطا کرے گا اورصبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کوسمیٹنے والی بخشش کوئی اورنہیں ہے۔''

(صحیح بخاری ومسلم، کتاب الزکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے، خشوع اور خضوع سے بروقت نماز کی ادائیگی، نوافل کا اہتمام، کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر اور دُعاؤں کے ذریعے صبر حاصل ہوسکتا ہے۔ صبر اللہ سے رجوع کرنا سکھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا قرب محسوس ہونے لگتا ہے۔

نوحہ

غم کی شدت میں اکثر انسان اللہ سے شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے نوحے کرنے لگتا ہے۔ نوحہ کیا ہے؟ نوحہ کا مطلب کسی کے انتقال پر چیخ چیخ کر رونا، ماتم کرنا، گریبان پھاڑنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پیٹنا، سر پھوڑنا، بالوں کو کھولنا، بال نوچنا، نامحرموں سے چمٹ کر رونا، شرکیہ شکوہ شکایت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ نوحہ صبر کے منافی اور اللہ کو ناراض کرنے والا عمل ہے۔

نوحہ کرنے سے دل کا اضطراب غم اور دکھ کی کیفیت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے، ہوش وحواس گم ہوجاتے ہیں۔ جبکہ صبر کرنے میں ابتداء میں اپنے اوپر کچھ جبر کرنا پڑتا ہے مگر دل کا اضطراب کم ہونا شروع ہوجاتا ہے اور سکنت طاری ہونے لگتی ہے اور سکون آجاتا ہے۔ اعصاب پرسکون ہوتے جاتے ہیں اور آنے والے حالات سے بہتر طریقے سے نبرد آزما ہونے کے قابل ہوا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بہت حساس جذبات

عطا کئے ہیں۔ جب اس کو خوشی کی خبر ملتی ہے تو اس کے چہرے اور اعمال سے اظہار ہوتا ہے اور اگر غم کی یا کسی عزیز کی موت کی خبر سنتا ہے تو غم کے جذبات اس کے دل، اس کے چہرے اور جسم پر چھا جاتے ہیں۔ یہ رنج و غم کا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ اسی طرح غمگین ہو جانا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا رواں ہو جانا بھی بالکل فطری عمل ہے یہ عمل نوحہ میں شامل نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا ''بے شک آنکھ رو رہی ہے، دل غمگین ہے لیکن ہم ایسی بات زبان سے نہیں ادا کریں گے جو ہمارے ربّ کو پسند نہیں اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی میں بہت ہی افسردہ ہیں۔'' (صحیح بخاری)

حدیث نبوی ﷺ ہے ''جو مصیبت کے وقت گالوں کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی بات پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (صحیح بخاری: کتاب الجنائز)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگوں میں دو ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو کفر کے برابر ہیں۔ (۱) نسب کا طعنہ دینا (۲) نوحہ کرنا۔'' (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو آپ ﷺ غمگین ہو کر بیٹھ گئے ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے حکم دیا ''انہیں گریہ زاری سے منع کرو'' چنانچہ وہ گیا اور پھر واپس آ کر کہا وہ نہیں مانتیں، آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا ''انہیں منع کرو'' پھر وہ آیا اور بتایا وہ نہیں مانتیں پھر آپ ﷺ نے یہی فرمایا ''انہیں منع کرو'' پھر جب وہ شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آ گئیں اور نہیں مانتیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی

ہیں آخر کار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جاؤ ان کے منہ میں خاک جھونک دو''۔

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز)

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی بہن اُم فروہ جاہلیت کی طرح نوحہ کرنے لگیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں گھر سے نکال دیں۔ (صحیح مسلم)

لواحقین کے کرنے کے کام

۱۔ قرض کی ادائیگی

۲۔ دعائے مغفرت

۳۔ نیکیوں کا بیان

۴۔ تجہیز و تکفین

۵۔ غیر شرعی رسم ورواج سے اجتناب

۶۔ ایصال ثواب

جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا کھاتہ بند کر دیا جاتا ہے لیکن مرنے کے بعد اس کی نیکیوں کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے۔ بہت سے اعمال رشتہ داروں، دوست احباب کی طرف سے مرنے والے کے لئے نفع کا باعث ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے عمل منقطع ہوجاتے ہیں۔ سوائے تین کے۔ (I) صدقہ جاریہ۔ (II) وہ عمل جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو۔ (III) نیک لڑکا (اولاد) جو اس کے لئے دعا کرتا ہو۔'' (مسلم شریف)

یعنی کسی کو مرنے والے نے دین کی تعلیم دی ہے اور دین کا علم پھیلایا ہے، جب

تک اس کے پڑھائے ہوئے لوگ دنیا میں نیک کام کرتے رہیں گے اسے بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اگراس نے بچہ کی تربیت کی وہ نیک ہوا تو جب تک لڑکا نیک کام کرتا رہے گا، کسی نے مسجد یا مدرسہ پر قرآن وقف کیا، یا مسجد تعمیر کی، مسافروں کے لئے کوئی سرائے بنوائی، نہر کھودوائی، اپنی زندگی میں حالت صحت میں کوئی نیک کام کیا اور اس میں پیسہ لگایا اس کے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جائے گا۔

☆ قرض کی ادائیگی

اگر بیوی کو علم ہو کہ شوہر پر کوئی قرض ہے تو جنازہ اٹھنے سے قبل وہ یا کوئی بھی میت کے مال سے ادا کردے۔ جیسا کہ آپ ﷺ قرض کی ادائیگی یا کسی کی طرف سے بخوشی ادائیگی کے وعدے پر نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''مومن کی روح قرض کی ادائیگی تک قرض کے ساتھ ملحق رہتی ہے۔''

(جامع ترمذی: کتاب الجنائز)

ایک اور حدیث ہے:

''جو شخص اللہ کی راہ میں شہید کیا جاتا ہے تو قرض کے سوا اس کے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

(اس کے علاوہ اگر مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی قرض کی ادائیگی کے ساتھ میت کے مال سے ادا کیا جائے گا) اگر میت کے پاس کسی نے امانت رکھوائی ہے جس کا علم بیوہ یا اولاد کو ہے تو اس امانت کو ادا کردیں۔

☆ دعائے مغفرت

دعا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے، مدد مانگنے، پکارنے کا نام ہے۔ بندہ اپنی عاجزی،

محتاجی اور انکساری کو محسوس کر کے اس ذات سے حاجات طلب کرتا ہے جو سب سے بزرگ و برتر ہو، ہر ایک پر غالب ہو، ہر ایک کی التجا سن سکتا ہو، ہر ایک کی ضرورت پوری کر سکتا ہو جس کے پاس لامحدود خزانے ہوں اور ہر دم دینے کے لئے تیار ہو۔۔۔۔۔بس وہ ذات اللہ رب العزت ہے۔ اسی کے سب محتاج ہیں درحقیقت دُعا تو دل سے اٹھنے والی حاجت کی صدا ہے۔ مومن کا ہتھیار ہے، سہارا ہے، ڈھارس ہے، دُعا پورے یقین اور استقامت کے ساتھ مانگتے رہیں کہ زبان کے الفاظ آنسو بن جائیں تو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن اللہ رب العزت طلب کے سارے جام بھر دے گا۔ حصول خوشی اور غم سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ دعا ہی ہے۔ دعا کے لئے سب سے بہتر الفاظ نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

مرنے والے کے لئے مستند دعائیں:

میت کی آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ.

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز)

''اے اللہ! اس (میت) کو بخش دینا اور اس کے درجے ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما دینا، اس کے بعد اس کے پسماندگان کی حفاظت فرمانا۔ یارب العالمین! ہمیں بھی بخش دینا اور اسے بھی اور اس کی قبر کشادہ کر دینا اور اسے نور سے بھر دینا۔''

(دعا میں **لَہٗ** کی جگہ میت کا نام لیا جائے)

میت کے لئے استغفار کرنے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَسْتَغْفِرُوْا لِاَ خِیْکُمْ (ابوداؤد)

''اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو''

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس طرح زندہ انسان کھانے پینے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح مُردے دُعا کے انتہائی محتاج ہوتے ہیں۔ طبرانی کی ایک روایت ہے: اللہ تعالیٰ جنت میں ایک نیک آدمی کا مرتبہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے: پروردگار مجھے یہ مرتبہ کہاں سے ملا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیرے لڑکے کی وجہ سے وہ تیرے لئے استغفار کرتا ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے شخص کی طرح ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ، بھائی یا کسی دوست کی دُعا کا منتظر رہتا ہے جب اسے دُعا پہنچتی ہے تو اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بے شک اہل دنیا کی دُعا سے اللہ تعالیٰ اہل قبور کو پہاڑوں کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ مُردوں کے لئے زندوں کا بہترین تحفہ ان کے لئے استغفار کرنا ہے۔'' (رواہ البیہقی، مشکوٰۃ المصابیح)

میت کے لئے مسنون دُعائیں:

میت کی مغفرت کے لئے مسنون دُعا (مردوں کے لئے)

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلَہٗ وَارۡحَمۡہُ وَعَافِہٖ وَ اعۡفُ عَنۡہُ وَاَکۡرِمۡ نُزُلَہٗ وَ وَسِّعۡ مُدۡخَلَہٗ وَاغۡسِلۡہُ بِالۡمَآءِ وَالثَّلۡجِ وَالۡبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الۡخَطَایَا کَمَا نَقَّیۡتَ الثَّوۡبَ الۡاَبۡیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبۡدِلۡ لَہٗ دَارًا خَیۡراً مِّنۡ دَارِہٖ وَاَھۡلاً خَیۡراً مِّنۡ اَھۡلِہٖ وَ زَوۡجًا خَیۡراً مِّنۡ زَوۡجِہٖ وَاَدۡخِلۡہُ الۡجَنَّۃَ وَاَعِذۡہُ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَ مِنۡ عَاذَابِ النَّارِ (مشکوٰۃ شریف)

''اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور اسے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما اور اس کی بہترین مہمان نوازی فرما اور اس کے داخلے کی جگہ کو وسیع فرما اور اس کو دھوڈال پانی سے اور اولوں سے اور اسے کوتاہیوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو پاک کرتا ہے سفید کپڑے کو میل سے اور اس کو دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا کر، دنیا کے عزیزوں

سے بہتر عزیز اور دنیا کے ساتھی سے بہتر ساتھی عطا کر اور داخل کر اسے جنت میں اور اپنی پناہ میں رکھ اسے قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔''

میت کی مغفرت کے لئے مسنون دُعا (عورتوں کے لئے)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا وَعَافِھَا وَاعْفُ عَنْھَا وَاَکْرِمْ نُزُلَھَا وَ وَسِّعْ مُدْخَلَھَا وَاغْسِلْھَا بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّھَا مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْھَا دَارًا خَیْراً مِّنْ دَارِھَا وَاَھْلاً خَیْراً مِّنْ اَھْلِھَا وَزَوْجاً خَیْراً مِّنْ زَوْجِھَا وَاَدْخِلْھَا الْجَنَّةَ وَاَعِذْھَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ

(مشکوٰۃ شریف: باب الجنائز)

''اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور اسے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما اور اس کی بہترین مہمان نوازی فرما اور اس کے داخلے کی جگہ کو وسیع فرما اور اس کو دھو ڈال پانی سے اور اولوں سے اور اسے کوتاہیوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو پاک کرتا ہے سفید کپڑے کو میل سے اور اس کو دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا کر، دنیا کے عزیزوں سے بہتر عزیز اور دنیا کے ساتھی سے بہتر ساتھی عطا کر اور داخل کر اسے جنت میں اور اپنی پناہ میں رکھ اسے قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔''

☆ نیکیوں کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ اکرام نے ایک جنازہ دیکھا تو اس کی اچھے الفاظ میں تعریف کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کے لیے واجب ہوگئی۔'' پھر ایک اور جنازہ دیکھا ان حضرات نے اسے بُرائی سے یاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی یہی فرمایا ''واجب ہوگئی'' تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز واجب ہوگئی؟

آپ ﷺ نے فرمایا ’’جس میت کی تم نے تعریف کی تو تمہاری تعریف و گواہی کے سبب اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس میت کی تم نے برائی بیان کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی کیونکہ تم اللہ کی زمین پر اللہ کے (چلتے پھرتے) گواہ ہو۔‘‘ (متفق علیہ)

انسان کی تخلیق خیر اور شر کے مادے سے ملا کر کی گئی ہے ہر انسان میں خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں، کسی میں خوبیاں زیادہ ہوتی ہیں لیکن بشر ہونے کی وجہ سے کچھ خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ نیک شخص وہ ہوتا ہے جو اپنی خامیوں کی اصلاح کرتا ہے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر بے شمار خامیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں تو مرنے والے کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا چاہیے اگر کچھ برائیاں ہوں بھی تو ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف خوبیوں پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’اپنے مُردوں کو اچھے الفاظ میں یاد کرو اور ان کی بُرائیوں سے زبان بند رکھو۔‘‘ (ابوداؤد)

☆ تجہیز و تکفین

تجہیز و تکفین میں جلدی کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایت ہے کہ ’’تجہیز و تکفین میں جلدی کیا کرو یہ مناسب نہیں کہ کسی مسلمان کی میت دیر تک گھر والوں کے درمیان رہے۔‘‘ (ابوداؤد)

جس حد تک ممکن ہو میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانے سے احتراز کیا جائے۔ ابن ابی ملکیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمان بن ابوبکر نے حبش میں وفات پائی جو مکہ سے بہت فاصلے پر تھا، پس جب عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر پر آئیں تو رو پڑیں کہنے لگیں ’’ہم ہمیشہ اس طرح ساتھ رہے کہ کہا گیا کبھی الگ نہ ہونگے جب الگ ہونگے تو گویا کبھی ایک رات ساتھ نہیں رہیں گے‘‘ پھر مکہ

واپس آئیں اور فرمایا ''خدا کی قسم اگر میں ہوتی تو وہیں دفن کرتی جہاں انھوں نے وفات پائی تھی۔'' (ابوداؤد: باب الجنائز)

جب جنازہ تدفین کے لیے لے جایا جائے تو دنیوی باتوں کے بجائے خصوصی دعائیں مانگنی چاہیں اور میت کی مغفرت اور قبر میں سوال و جواب پر ثابت قدمی کی دعائیں کی جائیں۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (سنن ابی داؤد)

''اے اللہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھنا''

(میت کی مغفرت کے لئے دُعا ''میت کے لئے مسنون دُعائیں'' کے عنوان میں صفحہ نمبر 25 پر درج ہے)

جنازہ لے جاتے ہوئے میت کے لیے بیوی یا کوئی اور قریبی رشتہ دار میں سے کوئی شخص لوگوں سے معافی کی درخواست کرے اگر کسی کے حق میں یا لین دین یا کسی اور معاملے میں مرحوم سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو وہ اللہ کی خاطر معاف کردے بیوہ خود بھی زندگی بھر کی کسی کمی کوتاہی پر اپنے شوہر کو معاف کردے۔

☆ غیر شرعی رسم و رواج سے اجتناب

اس موقعے پر اکثر افراد خانہ غیر شرعی رَسوم و بدعات کرتے نظر آتے ہیں ان کو منع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرح آئندہ وہ ان سے پرہیز کریں۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ شوہر اور بیوی دونوں میں سے ایک وفات کے بعد دوسرے کے لیے نامحرم ہوجاتے ہیں اور چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتے یہ غلط بات ہے صحیح بات جاننے کے لیے دلیل اس حدیث سے ملتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر میرے ہاں تشریف لائے میرے سر میں درد تھا میں نے کہا ہائے میرا سر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میرا

سر، اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں خود تمہیں غسل دونگا، خود کفن پہناؤنگا اور خود تمہاری نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرونگا۔ (مسند احمد:22816)

مرد کی میت ایسی جگہ رکھنی چاہیے جہاں نامحرم خواتین نہ ہوں یا اگر نامحرم خواتین ہوں تو انہیں کسی دوسری جگہ بٹھانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

دوسری رسمیں یعنی تیجا، دسواں، بیسواں، جمعرات، چالیسواں اور برسی وغیرہ میں دعوت کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس طرح کے کھانوں اور دعوتوں کا میت کو فائدہ نہیں ہوتا، یہ سب غیر شرعی رسم ورواج ہیں۔ ہاں! درسِ قرآن وحدیث، وعظ ونصیحت اور دُعا کے پروگرامات ہونے چاہیں۔ اس سے میت کو فائدہ پہنچنے کی امید ہوتی ہے۔ ان محافل سے کسی نے دین کی بات سیکھ کر عمل کیا تو وہ عمل میت کے لیے صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ پابندی کہ میت کے گھر چولھا نہیں جل سکتا، یہ رسم میت کے گھر والوں کو مزید پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے اور میت کو اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سوگ میں ہونے والے افراد غم میں ہونے کے باعث کھانے کا انتظام خود نہیں کر سکتے اس لئے پڑوسی، رشتہ دار اور دوست احباب میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر لے جائیں اور ان افراد کو کھلا دیں۔ کھانا سادہ ہو کہ غذا کی ضرورت کو پورا کر دے اور تکلف سے پاک ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل وعیال کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ان لوگوں پر ایسی مصیبت آئی ہے یا فرمایا ایسا موقع آیا ہے جس میں وہ کھانا نہیں پکا سکیں گے۔

(سنن ابن ماجہ حسن)

☆ **ایصال ثواب**

ایصال ثواب کے معنی:

ایصال ثواب کے معنی ہیں ثواب پہنچانا اور ایصال ثواب سے مراد یہ ہے کہ آدمی

اپنے نیک اعمال اور عبادات کا اجر وثواب اپنے کسی عزیز اور محسن میت کو پہنچانے کی نیت کرے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے، انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کے لیے نفع مند ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچے گا، انہوں نے عرض کیا تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ (مخراف) میں نے اپنی مرحومہ والدہ کے لیے صدقہ کیا۔ (صحیح بخاری)

تمام نفل عبادات چاہے وہ مالی ہوں (صدقہ وخیرات اور قربانی) یا بدنی ہوں، جیسے (نماز، روزہ) ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے اور اپنے محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصال ثواب مستحب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات اور غیر معمولی شفقت وعنایت کا بدلہ تو ممکن ہی نہیں، بندہ مومن اسی کو اپنی سعادت سمجھے کہ اپنی عبادات کا اجر وثواب ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو پہنچادے اور واقعی وہ شخص تو بڑا ہی بدنصیب ہے جس کو زندگی میں ایک بار بھی یہ سعادت نصیب نہ ہو۔

ایصال ثواب کا طریقہ:

ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی نفلی عبادت یا نیکی کا ثواب کسی میت کو پہنچانا چاہے، اس سے فارغ ہو کر خدا سے دعا کرے کہ ”پروردگار میری اس عبادت کا اجر وثواب فلاں میت کی روح کو پہنچادے۔ خدا کے بے پایاں فضل وکرم سے توقع ہے کہ وہ میت کو اس کا ثواب پہنچائے گا۔“

ایصال ثواب کے مسائل:

ا۔ ایصال ثواب کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت دوسرے

کو ثواب پہنچانے کی نیت لازماً کرے بلکہ بعد میں جب بھی آدمی چاہے اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

۲۔ جو شخص اپنی کسی عبادت یا نیکی کا اجر وثواب کسی میت کو پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میت کو بھی پہنچاتا ہے اور عبادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ اپنے بے پایاں فضل سے اس کو بھی اپنی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتا ہے، اللہ کے اس بے حساب فضل وکرم کا تقاضا ہے کہ بندہ مومن جب بھی کوئی نفلی عبادت یا نیکی کرے اس کا اجر وثواب صالحین کی روح کو بھی پہنچادے۔

۳۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی ایک عمل کا ثواب کئی مُردوں کو پہنچائے تو وہ اجر ان میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ اللہ اپنے فضل وکرم سے سب کو پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

۴۔ ایصال ثواب کے ان مسائل سادہ کے علاوہ اپنی طرف سے کچھ شرطیں بڑھانا، کچھ دنوں کو مخصوص کر کے شرعی احکام کی طرح ان کی پابندی کرنا اور ان کی بنیاد پر مسلمانوں میں گروہ بندی کرنا سخت معیوب ہے۔ جو اتباع حق کا جذبہ رکھنے والے مومنوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔ (مولانا یوسف اصلاحی: آسان فقہ حصہ اول)

عدّت

اسلام بیوہ عورت کے لیے عدّت کا حکم دیتا ہے، اسلام دین فطرت اور بے حد عملی دین ہے، اللہ کے ہر حکم میں بہترین حکمتیں اور فائدے پوشیدہ ہیں مگر جب اسلام کے احکام کا علم نہیں ہوتا یا ان احکام پر اضافہ یا کمی کر لی جاتی ہے تو یہ رحمت کے بجائے زحمت کا باعث بن جاتی ہے۔ عموماً عدّت کے بارے میں درست احکام سے لاعلم ہونے کی وجہ سے مسائل ہوتے ہیں اور بیوہ بلاوجہ اذیت کا شکار ہوتی ہے۔

اسلام میں عدّت کا تصور ہندوؤں کی طرح کا نہیں ہے۔ ہندوؤں میں تو بیوہ کے

لئے دنیا کی نعمتیں اور زینتیں ہمیشہ کے لئے ممنوع ہو جاتی ہیں۔ اسلام کسی بھی انسان پر بے وجہ پابندی نہیں لگاتا۔ عدّت اللہ کا حکم ہے۔ اس کے معنی و مفہوم، حدود وضوابط اور حکمتیں سمجھنا ضروری ہیں۔

عدّت کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ
بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً ... (سورۃ البقرہ: آیت 234)

”جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں۔“

اس آیت میں اُن عورتوں کی عدّت کا حکم ہے، جن کے شوہر وفات پا جائیں۔

<u>عدّت کے لغوی معنی:</u> عدّت کے لغوی معنی گنتی یا شمار کرنے کے ہیں۔

<u>عدّت کے اصطلاحی معنی:</u> اصطلاح شرح میں عدّت وہ مقررہ مدت ہے جو شوہر کے وفات ہو جانے پر یا طلاق ہو جانے کی صورت میں بیوی کو گزارنی لازم ہوتی ہے۔

<u>غیر حاملہ کی عدّت:</u>

وہ عورت جو غیر حاملہ ہو اور کسی بھی عمر کی ہو تو اس کی عدّت چار ماہ دس دن ہوگی اور عدّت قمری مہینے کے حساب سے ہوگی۔

<u>حاملہ کی عدّت:</u>

وہ عورت جو حمل سے ہو اور اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس حاملہ کی عدّت وضع حمل ہے، چاہے اس کا بچہ پورے نو مہینے میں پیدا ہو یا ایک گھنٹے بعد ہی پیدا ہو جائے اس کی عدّت ختم ہو جائے گی۔

طلاق یافتہ کی عدّت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ... (سورۃ البقرہ: آیت 228)

''اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ تین طہر اپنے آپ کو روکے رکھیں''

وہ عورت جس کے شوہر نے طلاق دی ہو تو اس کی عدّت تین طہر یا تین حیض ہے اگر وہ عورت جس کو طلاق دی گئی اسے حیض آنا شروع نہیں ہوا، یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گئے تو اس عورت کی عدّت تین ماہ ہے۔

طلاق یافتہ حاملہ کی عدّت:

وہ عورت جس کے شوہر نے طلاق دی ہو اور وہ حاملہ ہو تو اس حاملہ طلاق یافتہ عورت کی عدّت وضع حمل ہے چاہے اس کا بچہ پورے نو مہینے میں پیدا ہو یا کم از کم کسی بھی مدت میں پیدا ہو جائے تو اس عورت کی عدّت ختم ہو جائے گی۔

دوران حج شوہر کی وفات پر عدّت:

اگر عورت سفر پر ہو یا حج پر اور شوہر کی وفات کی مصیبت پیش آ گئی تو عدّت وہاں پر اس صورت میں کی جائے گی کہ وہاں رشتہ دار موجود ہوں اور آسانی ہو لیکن اگر کوئی سہولت نہیں ہے اور رشتہ دار بھی نہیں ہیں تو اپنے گھر آ جائے اور آ کر عدّت کرے۔

دوران عدّت حج کا سفر:

زمانہ عدّت میں ایک جگہ قیام کرنا واجب ہے اور حج میں قیام ایک جگہ نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر عورت شوہر کی موت یا طلاق کی وجہ سے عدّت میں ہوں تو حج کے لئے نہیں جا سکتی۔

رخصتی سے قبل شوہر کے انتقال پر عدّت:

وہ عورت جس کا نکاح تو ہو چکا ہو لیکن رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کا شوہر فوت ہو جائے تو ایسی عورت بیوہ کی حیثیت سے عدّتِ وفات گزارے گی یعنی چار ماہ دس دن اور

شوہر کے مال سے ورثہ پائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''وہ عورت جو نکاح میں آئی ہو اور رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کا شوہر وفات پا جائے تو وہ چار ماہ دس دن عدّت گزارے گی۔'' (صحیح بخاری: کتاب الطلاق)

لیکن وہ عورت جس کا نکاح ہوا ہو اور رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کا شوہر طلاق دیدے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (سورۃ الاحزاب: آیت 49)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدّت لازم نہیں ہے جس کا تم ان سے مطالبہ کر سکو لہٰذا انہیں کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔''

مفقود الخبر (گمشدہ شخص) کی بیوی کی عدّت:

وہ شخص جو گم شدہ ہو اور اس کا کوئی پتہ نہ ہو اور اس کے زندہ اور مُردہ ہونے کی خبر نہ ہو تو اس کی منکوحہ بیوی کو کتنی مدت تک انتظار کرنا ہوگا تا کہ اگر وہ نکاح کی خواہش مند ہے تو نکاح ثانی کر سکے؟

پہلا کام تو یہ کرنا چاہیے کہ مفقود الخبر شوہر کی اطلاع عدالت یا متعلقہ محکمہ کو لازماً دے تا کہ مستقبل میں کسی ممکنہ شکوک شبہات اور قانونی پیچیدگی کا اندیشہ نہ رہے۔

چار سال انتظار کرے: حضرت سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مفقود الخبر شوہر والی کے لئے چار برس انتظار کرنے کے بارے میں فرمایا ہے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدّت گزارے گی پھر چاہے تو نکاح کرے۔

(موطا امام مالک: کتاب الطلاق)

چار سال کی مدت اس وقت شروع ہوگی جب عدالت کی طرف سے شوہر کے لاپتہ ہونے کا حکم دے دیا جائے گا۔

ایک سال انتظار کرے: مفقود الخبر کی بیوی کے نان نفقہ کا انتظام نہ ہو تو علماء احناف کے نزدیک فسخ نکاح یا تفریق کے لیے ایک سال کی مدت بھی مقرر کی جا سکتی ہے۔

عدّت کے شروع ہونے کے وقت کا تعین تدفین سے نہیں ہوتا بلکہ شوہر کے انتقال سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تعزیت کا وقت بھی انتقال سے 3 دن تک کا ہوتا ہے۔

عدّت میں ممانعت

اسلام آنے سے پہلے دور جاہلیت میں کسی عورت کے شوہر کی وفات کے بعد اس عورت کو بے شمار فضول رسموں کے ذریعے اذیت دی جاتی تھی، جس کی وجہ سے وہ تکلیف اور مشقت اٹھانے پر مجبور ہوتی تھی، اس طرح عورت کی تحقیر بھی ہوتی تھی اسلام نے عورت کو عزت اور تحفظ عطا کیا اس کے ساتھ حقوق بھی عطا کئے جو اسلام سے پہلے کسی مذہب نے نہیں دیئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ کا سوگ نہ کرے البتہ خاوند کی وفات پر اس کے لئے چار ماہ دس دن تک سوگ ہے"۔

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز)

یہ چار ماہ دس دن کا سوگ ہی عورت کی عدّت ہے، اس زمانہ عدّت کی پابندیاں یہ ہیں:

☆ نکاح کی ممانعت ☆ زینت سے پرہیز ☆ سفر سے بچنا

قانون شریعت کچھ قوائد وضوابط عائد کرتا ہے۔ یعنی جو عورت عدّت کے اندر ہو اس کو کچھ چیزوں کی پابندی کرنی ہوتی ہے۔ جو نئے آنے والے مسائل، حالات اور صورتحال کے مطابق اس کی بہترین رہنمائی کرتی ہیں۔ اس عورت کے حوالے سے جو

عدّت کررہی ہے یہ بہت اہم ہیں۔عورت کسی بھی عمر میں بیوہ ہو، اولاد والی ہو یا بے اولاد ہو، عدّت کی مدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی اور تمام احکام ایک جیسے ہی ہوں گے۔

نکاح کی ممانعت: عورت کا دوران عدّت نکاح کرنا حرام ہے یعنی دوسری شادی کے لیے اس کو لازماً عدّت ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔ کیوں کہ اگر حمل ہے تو وہ اس مدت میں ظاہر ہوجائے گا اور وہ بچہ اپنے مرحوم باپ کے نسب سے شناخت کیا جائے گا اور شبہ نہیں رہے گا۔ ربّ العالمین نے بیوہ کو چار ماہ دس دن کی صورت میں معقول موقع فراہم کیا ہے، تا کہ حمل واضح ہوجائے اور نسب میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے کیونکہ نسب متاثر ہونے سے قانون وراثت، حُرمت کے رشتے، پردہ کے احکام متاثر ہوتے ہیں۔

دوران عدّت بیوہ سے کوئی مرد نکاح کا خواہش مند ہو تو اشارے کنایے میں اس کے پیغام کو صرف پہنچایا جاسکتا ہے اس کے آگے کوئی سلسلہ نہیں ہوسکتا۔

زینت سے پرہیز: عورت کے لئے شوہر کی وفات بڑا سانحہ ہے وہ حالتِ سوگ میں زینت وزیبائش پر آمادہ نہیں ہوتی لیکن اسلام نے اسے لازمی قرار دیا ہے کہ حالت عدّت میں وہ آرائش وزیبائش کے بجائے سادگی اختیار کرے، سوگ منانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوش نما اور بھڑکیلا لباس نہ پہنے، سادہ اور ساتر لباس پہنے، خوشبو نہ لگائے، خوشبو سے رنگے کپڑے نہ پہنے، میک اپ نہ کرے، مہندی، سرمہ، کاجل لگانا، دنداسہ کرنا، مسی لگانا، پھول پہننا، بالوں کا رنگنا سب سنگھار میں شامل ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ سادگی بیوہ کو فتنہ سے بچاتی ہے اور دل کو پرسکون بنانے میں مددگار ہوتی ہے۔

ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو وہ عدّت گزارنے تک عصفر یا مشق (مٹی کی قسم) سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، مہندی سے بال نہ رنگے، سرمہ بھی نہ لگائے۔ (سنن ابوداؤد: کتاب الطلاق)

پردہ: اللہ تعالیٰ نے ہر بالغ عورت کو نامحرم مردوں سے پردے کا حکم دیا ہے پردہ

کا مقصد عورت کے وقار اور عزت کا تحفظ ہے لیکن دین سے دُوری اور علم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر خواتین محرم رشتہ دار مردوں اور نامحرم رشتہ دار مردوں میں فرق نہیں رکھتیں، لیکن شریعت اسلامی نامحرم رشتہ داروں سے حیا کے ساتھ فاصلہ رکھنے کا حکم دیتی ہے، جو پردہ کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ بیوہ عورت کے لئے بھی ان سب سے پردے کی پابندی لازم ہے۔

محرم رشتہ دار مرد: دادا، نانا، باپ، بھائی، چاچا، تایا، ماموں، حقیقی بیٹے، سوتیلے بیٹے (جو شوہر کی دوسری بیوی سے ہوں) دودھ شریک بیٹے، دودھ شریک بھائی، نواسے، پوتے، بھانجے، بھتیجے وغیرہ کے سامنے عورت آسکتی ہے، ساتھ رہ سکتی ہے، عدّت کے دوران بھی اور بعد میں بھی۔ سُسر بھی محرم ہوتا ہے جب کہ شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلق ہو چکا ہو، لیکن اگر صرف نکاح ہی ہوا ہو تو شوہر کا باپ محرم نہیں ہوگا۔

نامحرم رشتہ دار مرد: چچازاد، تایازاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی، جیٹھ، دیور، نندوئی اور وہ دیور بھی جن کو بیوہ نے پالا ہو اور وہ شعور کو پہنچ گئے ہوں، دُور اور قریب کے تمام رشتہ دار مرد جو محرم مردوں کے علاوہ ہوں یہ سب مرد نامحرم ہیں۔ بیوہ کا اگر صرف نکاح ہوا ہو اور رخصتی سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو یا علیحدگی ہوگئی ہو تو اس شوہر کا باپ بھی نامحرم ہوگا۔ بیوہ عورت ان سب سے فاصلہ رکھے گی اور پردہ کرے گی۔

نامحرم مرد: وہ تمام مرد ہیں جو رشتہ دار نہیں ہیں لیکن خاندانی تعلقات بہت قریبی ہیں، بچپن میں پالا ہو یا ساتھ کھیلے ہوں سب سے مکمل پردہ ہے۔

عدّت کی حکمتیں

ا۔ شوہر کی جدائی عورت کی زندگی میں بہت ہی بڑی تبدیلی لاتی ہے۔ مستقبل کی فکریں بھی دامن گیر ہوتی ہیں۔ عدّت کا عرصہ نئے حالات کو سمجھنے اور مستقبل کا فیصلہ کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ گھر میں رہ کر مستقبل کے فیصلے کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے۔

۲۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی میں کوئی بھی بڑی تبدیلی آئے تو جسمانی و ذہنی طور پر اعتدال پر آنے میں وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ شوہر کی اچانک جُدائی بہت بڑا جذباتی دھچکا ہوتا ہے۔اس حقیقت کو سمجھنے اور ذہنی طور پر قبول کرنے میں عدّت کا عرصہ مددگار ہوتا ہے۔عورت گھر میں رہتی ہے تو بہت سی پریشانیوں سے بچ جاتی ہے اور اُسے سکون حاصل کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے۔ گھر میں رہنا اُس کے لئے زندگی کے معمولات میں حصّہ لینے میں مددگار ہوتا ہے۔

۳۔ عدّت میں عورت کا گھر میں ٹھہرنا فتنوں سے محفوظ رہنے میں مددگار ہوتا ہے۔اس عرصے میں عورت باہر نکلے گی تو نامحرموں کی نگاہوں میں آسکتی ہے،ایسی صورت حال میں کوئی نکاح کی پیش کش کرسکتا ہے جبکہ شریعت نے اس عرصے میں نکاح اور نکاح کی پیش کش قبول کرنے پر پابندی لگائی ہے۔شریعت نے صرف اشارہ کی اجازت دی ہے۔

۴۔ عدّت میں عورت گھر پر رہتی ہے تو لوگوں سے کم ملنے کی وجہ سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور ذہنی تناؤ سے ذہنی سکون کی طرف جاسکتی ہے۔عبادت اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے لیے فرصت اور یکسوئی ملتی ہے۔

۵۔ جوان عورت اگر عدّت میں ہے اور اُس کا کوئی محرم نہیں ہے اور اگر اس کو تحفظ میسر نہ ہو تو اس کے باہر نکلنے سے فتنوں کا خطرہ زیادہ ہوسکتا ہے۔خیال رہے کہ عدّت کے بعد بھی پردے کی پابندی کے ساتھ ہی باہر نکلے کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

رہائش۔ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے وہ کہاں رہے؟

کچھ مفسرین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی، محمد بن سیرین اور آئمہ اربع اس بات کے قائل ہیں کہ زمانہ عدّت میں بیوہ کو اُسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں شوہر نے وفات

پائی ہو۔ دن کے وقت وہ ناگزیر ضرورت سے باہر جاسکتی ہے لیکن قیام اس کا اِسی گھر میں ہونا چاہیے۔ اسکے برعکس دوسرے مفسرین جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، عطاء رضی اللہ عنہ، طاؤس، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز اس بات کے قائل ہیں کہ عورت اپنا زمانہ عدّت جہاں چاہے گزار سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر سفر بھی کرسکتی ہے۔ (تفہیم القرآن: جلد اوّل، ص 180)

زمانۂ عدّت میں گھر سے نکلنے کی اجازت

کچھ حالات ایسے ہیں کہ ان میں شریعت عورت کو زمانہ عدّت میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیتی ہے، لیکن خیال رہے کہ عورت پردے کی پوری احتیاط کے ساتھ نکلے گی۔

۱۔ جس گھر میں شوہر کی وفات ہوئی ہو وہاں زمانہ عدّت گزارنے میں کچھ مشکلات کا سامنا ہو تو جہاں آسانیاں ہوں وہاں عدّت گزار سکتی ہے۔

۲۔ اگر عورت کو اپنی آسانی کی جگہ زمانہ عدّت گزارنے کے لیے سفر کرنا پڑے تو سفر بھی کرسکتی ہے۔ (سفر محفوظ ہو اور محرم ساتھ ہو)

۳۔ بیماری کی وجہ سے ہسپتال، ڈاکٹر اور طبیب سے علاج کی غرض سے نکل سکتی ہے۔

۴۔ اشیاء خورد ونوش کی خریداری کی اجازت اس صورت میں ہے کہ کوئی اور شخص ان امور کی انجام دہی کے لیے اس کے پاس موجود نہ ہو۔

۵۔ جان، مال، عزت کا خطرہ ہو تو کسی بھی محفوظ گھر میں منتقل ہوسکتی ہے۔

۶۔ گھر میں مزدور لگے ہوں تو بھی سہولت کی جگہ منتقل ہوسکتی ہے۔

۷۔ روزگار حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ لیکن تمام صورتوں میں لازم ہے کہ دن کی روشنی میں واپس گھر آجائے رات گھر میں مقیم رہے۔ خیال رہے کہ عورت زمانہ عدّت میں بلاشدید ضرورت کے گھر سے نہ نکلے۔

بیوہ کے رشتہ داروں کے فرائض

اسلامی نظامِ زندگی میں افراد کے معاملات کی ذمہ داری معاشرے پر ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلامی معاشرے میں ہونے والی بھلائی کا اجر اور بُرائی کی باز پرس اسلامی معاشرے سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے افراد پر افراد کی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ جو فرد جان بوجھ کر غفلت کرے گا تو آخرت میں اس سے سوال کیا جائے گا۔ جس عورت کے شوہر کی وفات کا واقعہ ہو جائے اس سے نبٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں پر ذمہ داریاں ڈالی ہیں کہ وہ اس عورت کی عدّت کی تکمیل میں تعاون کریں اور بے پروائی نہ برتیں۔ یہ ذمہ داری رشتہ دار، والدین، بہن بھائی، بہنوں کے بچے، بھائیوں کے بچے، ساس سسر، سسرالی رشتہ دار، پڑوسی وغیرہ کی ہوتی ہے۔

☆ زمانہ عدّت میں عورت کی اور اس کے چھوٹے بچوں کی باہر نکلنے کی ضروریات کو رشتہ دار پورا کریں۔

☆ زمانہ عدّت میں عورت اگر بالکل تنہا ہو تو رشتہ دار اس کی تنہائی کا ازالہ کریں، عورت کی دل جوئی کریں اور غم سے نکلنے میں اس کی مدد کریں۔

غلط تصورات

بعض لوگ دین میں صحیح فہم نہ ہونے کی وجہ سے عدّت گزارنے والی عورت پر بے جا قید و بند لگا دیتے ہیں اور اس خود ساختہ قید و بند کو شریعت کا حکم سمجھتے ہیں جبکہ ان بے جا پابندیوں کا تعلق اسلام کے احکام سے نہیں ہے، بلکہ ہندوانہ تصورات اور تہذیب سے ہے مثلاً:۔

- غم کی علامت کے طور پر سیاہ کپڑے پہننا یا صرف سفید کپڑے پہننا۔
- ہاتھوں کی چوڑیاں توڑنا۔

- کوٹھری میں قید کرنا۔
- آسمان نہ دیکھنا۔
- محرم مردوں سے نہ ملنا۔
- الگ کمرے میں بیٹھے رہنے کو ضروری سمجھنا۔
- مسہری اور پلنگ پر نہ سونا۔
- بیماری میں علاج کے لئے نہ جانا۔
- انتہائی ضرورت پر بھی باہر نہ نکلنا وغیرہ

ان سب کا تعلق شدت پسندی سے ہے۔ اسلامی شریعت کا ان پابندیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام معتدل دین ہے جو زندگی کی ضروریات اور احساسات کا لحاظ رکھتا ہے کیونکہ یہ دینِ فطرت ہے۔

عدّت میں نفقہ

نفقہ کے معنی: نفقہ کے معنی کسی کی دیکھ بھال اور ضروریاتِ زندگی پر خرچ کرنا، یعنی کسی کی سرپرستی اور کفالت پر خرچ کرنا۔

شریعت نے معاشرتی زندگی کو پُرسکون بنانے کے لئے انسانوں کو دو حیثیتوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر کچھ لوگوں کی سرپرستی، تعلیم و تربیت اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال سے اُن لوگوں کو ضروریاتِ زندگی فراہم کریں۔ دوسرے وہ لوگ جن کو سرپرستی، تعلیم و تربیت اور ضروریاتِ زندگی فراہم کی جاتی ہیں۔

ضروریاتِ زندگی: غذا، لباس، مکان، تحفظ، سرپرستی، تعلیم و تربیت وغیرہ کا انتظام شامل ہے۔

نفقہ کی شرعی حیثیت: نفقہ کی شرعی حیثیت امر واجب کی ہے چنانچہ شریعت نے نفقہ کو مہیا کرنا شوہر پر، باپ پر اور آقا پر واجب قرار دیا ہے۔

شوہر کی وفات صرف جذباتی صدمہ ہی نہیں ہوتا بلکہ عورت کی خوشی اور غمی کی رفاقت اور ضروریات زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ دیگر ضروریات کے ساتھ سب سے اہم ضرورت نفقہ ہے، یعنی وہ ضروریات زندگی جو ہر حال میں اسے چاہیے۔ شریعت اسلامی کسی فرد کی دوسرے فرد پر ذمہ داری لگاتی ہے۔ ان ذمہ داریوں میں کہیں فرض کے درجے اور کہیں نفل کے درجے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے کی طرح ہے۔'' (بخاری شریف)

اولاد: بیوہ کی اولاد جوان اور برسرِ روزگار ہو تو وہ ماں کی ذمہ داری بطور فرض ادا کرے گی، کیونکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اسلام نے بے حد تاکید کی ہے گویا کہ جنت والدین کی خدمت میں رکھ دی گئی ہے۔ والدین کی خدمت، والدین کی کفالت، والدین کا احترام اور والدین کے لئے دُعا، یہ جملہ اُمور اولاد کی ذمہ داری ہے لیکن اگر والد کا انتقال ہو جائے تو اولاد کی ذمہ داری شدید تر ہو جاتی ہے والدہ کا نفقہ اور تمام ضروریات وغیرہ کا اہتمام کرنا اولاد کا فرض عین ہے۔

والد: بیوہ جوان ہے اور اولاد کم عمر ہے اور اس کا باپ حیات ہے اور برسرِ روزگار ہے تو اس کی ذمہ داری بیوہ کے باپ پر ہے۔

بھائی: اگر بیوہ کی اولاد کم عمر ہے یا اولاد نہیں ہے اور والد حیات نہیں ہیں یا حیات ہیں اور ضعیف ہیں، صاحب روزگار نہیں ہیں تو ایسی صورت حال میں ذمہ داری بھائیوں کی ہوگی۔

بھتیجے: اگر بیوہ کی اولاد کم عمر ہے یا اولاد نہیں ہے، والد اور بھائی حیات نہیں ہیں

یا حیات ہیں اور ضعیف ہیں اور صاحب روزگار نہیں ہیں تو بھتیجوں کی ذمہ داری ہوگی۔

دادا، تایا، چچا: اگر بیوہ کی اولاد کم عمر ہے یا نہیں ہے والد حیات نہیں ہیں یا کفالت نہیں کر سکتے اور بھائی نہیں ہیں یا اگر ہیں تو کفالت کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے تو دادا، تایا اور چچا اگر صاحب حیثیت ہوں تو ذمہ دار ہونگے۔

رشتہ دار: اگر بیوہ کی مندرجہ بالا تمام لوگ قابل کفالت نہیں ہیں تو پھر کسی بھی سطح کے رشتہ داروں کی اخلاقی ذمہ داری ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رحم کو دل میں رکھا ہے اس رحم کی وجہ سے ہر انسان یہ سوچے اس کی جگہ میں بھی ہوسکتا ہوں یا میرا کوئی پیارا ہوتا تو میں کیا سلوک کرتا؟

بیوہ اپنے شوہر کے ترکہ سے جو حصّہ پائے گی اس حصّہ سے بھی اپنے نفقہ کا انتظام کرسکتی ہے۔

وراثت میں بیوہ کا حصّہ: قرآن کے قانون وراثت میں بیوی کا حصّہ طے شدہ ہے میت کے مال سے میت کی بیوی کا حصّہ (اگر میت صاحب اولاد ہے) تو آٹھواں حصّہ ہے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو چوتھا حصّہ ہے۔

اگر کسی گھر یا خاندان میں سے کوئی عورت بیوگی یا طلاق کی وجہ سے اپنے ماں باپ کے گھر لوٹ آتی ہے تو اسلامی تعلیمات کی رُو سے ایسے باپ اور بھائی کو اس کی کفالت کرنے پر اجر کثیر کی خوشخبریاں دی گئی ہیں۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا ''کیا میں تجھے فضیلت والا صدقہ نہ بتاؤں؟ پھر فرمایا، تیری وہ بیٹی (جو خاوند کی وفات یا طلاق کے باعث) تیری طرف واپس آ گئی اور تیرے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو'' (یعنی اس بیٹی کی کفالت کرنا)۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خرچ کرتا رہ اے ابن آدم میں تجھ کو دیئے جاؤں گا۔'' (صحیح بخاری: کتاب النفقات)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ''مجھے تم کمزوروں میں تلاش کرو، یقیناً تمہاری ان ضعفاء کی وجہ سے مدد کی جاتی ہے۔''
(ریاض الصالحین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''رحم بدبخت کے دل سے نکال لیا جاتا ہے'' (یعنی بے رحم شخص بدبخت ہوتا ہے)۔ (جامع ترمذی)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔'' (بخاری شریف)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوگا، یا جس نے کسی مسلمان کا کوئی دکھ دور کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دُکھوں میں سے اسکا کوئی دکھ دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' (جامع ترمذی)

کسی کی کفالت کا انتظام کرنے والا اس بات کو یاد رکھے کہ وہ پردہ پوشی کے ساتھ اس کی اس طرح مدد کرے کہ عزت نفس مجروح نہ ہونے پائے۔

اسلامی ریاست

اگر عورت کے شوہر کی وفات ایسے حالات میں ہوئی کہ اولاد، باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے، قریبی رشتے دار، دور کے رشتے دار، دوست یعنی میکہ اور سسرالی رشتے دار بھی نہ ہوں،

نہ اس عورت کے پاس مال ہو، نہ وہ کمانے کے قابل ہو، تو ایسے حالات میں اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بیت المال سے بے سہارا لوگوں کی مکمل آبادکاری کا انتظام کرے۔

غور طلب پہلو یہ ہے کہ آزمائش نہ معلوم کس پر کس وقت آ جائے، جو لوگ اس سے عافیت میں ہیں وہ اپنی عافیت کے شکرانے کے لیے، اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنی جنت بنانے کے لیے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے سودا کرلیا جائے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ پورا بدلہ اپنے ظرف کے مطابق لوٹائے گا۔

میّت کے حقوق

بعض اوقات مرنے والا شخص اپنے ان فرائض کی ادائیگی کے لئے جو وہ زندگی میں نہ کرسکا وصیّت کر جاتا ہے تو وارثین کو چاہیے کہ ان کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی مگر وہ مرچکی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتا؟'' اس نے کہا: ہاں، نبی ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے قرض کو ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وضاحت: اگر مرنے والے نے نذر مانی ہو تو وارثوں پر اس کا ادا کرنا فرض کی مانند ہے اسے ادا کرنے کے لئے میّت کے مال کو استعمال کیا جائے گا یا وارث صاحبِ حیثیت ہوں تو بطورِ ثواب اپنا مال خرچ کر سکتے ہیں۔

صلہ رحمی

آپ ﷺ نے فرمایا ''نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے بعد ان کے دوست احباب کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔'' (صحیح مسلم)

ایک اور جگہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''جو شخص اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ والد کے مرنے کے بعد والد کے دوست احباب کے ساتھ نیک سلوک کرے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت سعید بن مالک ابن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والدین وفات پا چکے ہیں تو کیا ان کا کوئی حق میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے جسے ادا کرنا چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں والدین کے مرنے کے بعد ان کا یہ حق ہوتا ہے کہ ان کے لئے دُعا و استغفار کرتے رہیں، ان کی وصیتیں پوری کریں، ان سے تعلق رکھنے والے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ماں باپ کے دوست اور احباب کی عزت اور خاطر داری کریں۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، راستے میں ایک دیہاتی سے ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے عمامہ اتار کر اس کے سر پر باندھا اور اسے اپنا خچر بھی عطا کیا۔ حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو دیہاتی آدمی تھا تھوڑے انعام پر راضی ہو جاتا اسے آپ رضی اللہ عنہ نے اتنا کیوں نوازا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کے میرے والد کے ساتھ تعلقات تھے اور میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے ''بڑی نیکیوں میں سے ایک بڑی نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے تعلق والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (صحیح مسلم)

اولاد کی تربیت

اولاد کی اچھی تربیت و پرورش کرنا ایک ماں کی اولین ذمہ داری ہے۔ بیوہ اپنے شوہر کے حق کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے بچوں کو مرحوم باپ سے محبت اور اس کے اچھے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے تقلید کا جذبہ پیدا کرے، ان کی جسمانی، روحانی تربیت کا اہتمام

کرے۔خود اسے بھی قدر شناسی، دینداری اور پابندیٔ شریعت کا نمونہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔کبھی کبھی باپ کی قبر پر بڑے بچوں کو لے جانا بھی مفید ہوسکتا ہے۔اولاد کو اپنے مرحوم والد کے عزیز رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ترغیب بھی دینی چاہیے۔

حدیث پاک ﷺ ہے ’’والد کے چل بسنے کے بعد بہترین فرمانبرداری یہ ہے کہ اس کا بیٹا اس کے دوستوں کے ساتھ تعلقات جوڑے رکھے۔‘‘ (صحیح مسلم: کتاب البر والصلہ)

اگر کسی کی مدد مرحوم کی طرف سے کی جاتی تھی تو وسائل ہونے کی صورت میں اسے جاری رکھنا اور اس کے تمام رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا ایک بیوی کا فرض ہے تاکہ اولاد بھی ان رشتوں کا احترام کرے۔

وصیّت

رسول اللہ ﷺ نے احکام وصیت اور احکام میراث کے دو اصول بتائے ہیں۔

پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رشتہ داروں کے حصے مقرر کردیے ہیں۔ان رشتہ داروں کو وصیت کے ذریعے سے ان کے طے شدہ حق کے علاوہ کوئی چیز نہیں دی جاسکتی۔یعنی جن رشتہ داروں کے حصے قرآن نے مقرر کردیئے گئے ہیں ان کے حصّوں میں نہ تو وصیت کے ذریعے سے کوئی کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور نہ وارث کو میراث سے محروم کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ آدمی کو اپنے مال کے ایک تہائی (1/3) حصّے کی حد تک وصیت کرنے کا اختیار ہے۔قانون وراثت کی رُو سے جن عزیزوں کو میراث سے حصّہ نہیں پہنچتا ان میں جس جس کو آدمی مدد کا مستحق پاتا ہو اس کے لئے اس 1/3 حصّے میں سے حصّہ مقرر کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ اس حصّے میں سے دوسرے مستحقین کے لئے، رفاۂ عام کے لئے اور صدقہ جاریہ کے کام میں لگانے کی بھی وصیت کی جاسکتی ہے۔شریعت نے باقی 2/3 یا اس سے کچھ زیادہ کے متعلق ضابطہ بنادیا ہے۔لیکن اگر مرنے والے نے وصیت میں

ظلم کیا جس سے کسی کے جائز حقوق متاثر ہوتے ہوں، تو پھر بیوہ اور رشتہ دار باہمی رضا مندی سے اس کی اصلاح کریں یا قاضی شرعی سے مداخلت کی درخواست کی جائے کہ وہ وصیت درست کرے۔ ورنہ میت کے ساتھ بیوہ اور متعلقین پر بھی بوجھ رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر کسی اور بات کی بھی وصیت کی ہو تو اس موقع پر وصیت نامہ کو پڑھ کر شرعی حدود کے ساتھ عمل کیا جائے، مثلاً کسی عزیز کا نام لے کر نہلانے یا قبر میں اتارے جانے کے مراحل کے لیے ہدایت ہو۔ لیکن اگر شرعی حدود کے خلاف وصیت ہو تو اسے پورا نہ کیا جائے۔

وراثت کی تقسیم

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا O (سورۃ النساء: آیت 7)

''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔'' (اس آیت سے وراثت کی تقسیم کے احکام شروع ہوتے ہیں)

کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ، نقد جو فوت شدہ شخص کی ملکیت میں شرعاً ہو خواہ سب اس کے قبضے میں ہو یا دوسروں کے ذمہ واجب الادا ہو، سب اس میت کا ترکہ کہلائے گا۔ تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کی وصیت اگر ہو تو ایک تہائی مال میں سے پورا کرنا، اس کے بعد جو مال بچتا ہے وہ مال وراثت یا ترکہ کا مال کہلاتا ہے۔ جید علماء سے رائے لے کر وراثت کی تقسیم کا عمل جلد کر دیا جائے تو اچھا ہے۔ اس کے فوائد یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت ہوگی اور مرنے والے کو عافیت و سکون حاصل ہوگا۔ وارثوں میں مال کی تقسیم ان کی فوری ضروریات کو بھی پورا کرنے میں معاون ہوگی۔ خصوصاً بیوہ اپنے اخراجات خود پورے کر سکے گی اولاد بڑی ہو تو کاروبار وغیرہ میں اس سے مستفید ہو سکتی ہے۔ اگر بیوہ جوان ہو اور بچے چھوٹے ہوں تو یہی ترکہ اس کی ضروریات پورا کرنے کے کام آئے گا۔

وراثت کی تقسیم سے خاندانی بگاڑ اور پیچیدگیوں اور غلط فہمیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کا کردار

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "میں عمرؓ بن خطاب کے ساتھ بازار گیا، وہاں ایک نوجوان عورت تھی وہ کہنے لگی: یا امیر المومنین میرے شوہر فوت ہو گئے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے۔ قسم اللہ کی ان کو بکری کے پائے تک نہیں ملتے کہ ان کو پکا کر کھائیں نہ ان کے پاس کھیتی ہے اور نہ دودھ کے جانور ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں قحط سالی میں وہ بھوک کے مارے مر ہی نہ جائیں اور میں خفاف رضی اللہ عنہ بن ایما غفاری کی بیٹی ہوں میرے والد صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کھڑے ہو گئے پھر کہنے لگے ''مرحبا! یہ تو بڑی ہی قریب کی نسبت ہوئی'' پھر ایک مضبوط زور آور اونٹ کی طرف ہو لیے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر کھانے کو اناج سے بھری ہوئی دو بوریاں لاد دیں اور بیچ میں روپے اور کپڑے رکھے پھر اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دے دی پھر کہا: اس کو لے جاؤ یہ ختم نہ ہوگا کہ اس سے پہلے ہی اللہ تمہیں اس سے بہتر پہنچا دیں گے۔ ایک شخص کہنے لگا: یا امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بہت دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اللہ کی میں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھا تھا کہ دونوں (دشمنوں کے) ایک قلعے کو گھیرے رہے یہاں تک کہ اس کو فتح کر لیا اور ہم صبح کو دشمن کے مال سے حصّہ وصول کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری: کتاب مغازی)

عراق میں لوٹ مار بہت ہوا کرتی تھی جس سے بیوہ عورتوں کو پریشانیاں لاحق ہوتی تھیں کیونکہ سر پر مرد کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن کے لیے ایسا انتظام کرنا چاہتے تھے کہ اگر بیوہ دوسری شادی نہ بھی کرے تو امن و چین کی زندگی گزار سکے۔ اس کا اظہار انہوں نے ایک موقع پر اس طرح کیا کہ: اللہ

نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق والوں کی بیوہ عورتوں کے لیے ایسا بندوبست کردوں گا کہ انہیں (میری زندگی کے بعد بھی) کسی قسم کی محتاجی نہ رہے گی۔ (سید البخاری: کتاب الفضائل)

لیکن اس گفتگو کے چند روز بعد ہی ان کی شہادت ہوگئی۔ إِنَّـا لِلّٰـهِ وَإِنَّـا إِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ ○

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں نہ ان پر ظلم کرو اور نہ ان کو بے یارو مددگار چھوڑو اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا جو کسی کی تکلیف دور کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور فرما دے گا جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

اسلامی ریاستوں میں ایسی بیواؤں اور یتیموں کے لئے جن کا کوئی وارث نہیں فنڈ قائم ہونے چاہیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی اداروں کی بنیاد رکھی گئی تھی اور بیواؤں کے لیے باقاعدہ وظیفے مقرر کئے گئے تھے۔

نکاح ثانی

اسلام عورت کو تنہا چھوڑنا پسند نہیں کرتا، جب کہ وہ نکاح ثانی کی عمر رکھتی ہو۔ ایک بیوہ کو عدّت گزارنے کے بعد ایک سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات مالی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر دوسرا شوہر جو سوتیلے بچوں کا بھی خیال کرنے والا مل جائے تو اس سے نکاح کرلینا چاہیے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیوہ عورت کے نکاح ثانی کو بہت عزت و تکریم کا مقام دیا گیا ہے اسی لئے اس پر خاص توجہ فرمائی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کی وفات یا شہادت کی خبر سنتے تو ان کے بچوں اور بیوہ کے پاس خود تشریف لے جاتے اور تعزیت اور دُعا فرماتے، پھر ان بیوہ صحابیہ کی عدّت کے بعد کسی نہ

کسی سے نکاح کرادیا جاتا تھا۔ ''تاریخ اسلام اور اسوۂ صحابیات'' میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ خود ہمارے ہادی اور رہنما حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اس کی مثالیں قائم کی ہیں۔ خود جتنی بھی اُمہاتُ المومنین سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا ان میں سے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام بیوہ اور مطلقہ تھیں۔ بیوہ کا نکاح ثانی دراصل ایک ایسا مذہبی، معاشرتی اور خاندانی فریضہ ہے جس کے نہ ہونے کے باعث بعض بیوہ خواتین اور ان کی یتیم اولاد کو بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ دین اسلام نے اس کی اہمیت قرآن کریم کی اس آیت سے واضح کی ہے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ (سورۃ النور: آیت 32)

''تم اپنے بے نکاحوں کے نکاح کردو''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا

''علی جب بیوہ کا جوڑ مل جائے تو فوراً اس کا نکاح کردو۔'' (سنن ترمذی)

اسلام دین فطرت ہے اور فطری طور پر پاک دامنی اختیار کرنے کو پسند کرتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے اسلام نکاح کو پسند کرتا ہے اور مُجرد زندگی کو بلا عذر شرعی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''پرہیز گاری اور عفت والی زندگی گزارنے کے ارادے سے نکاح کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔'' (سنن ترمذی)

بعض صاحبِ علم وفہم بیوہ یا مطلقہ کے نکاح کو کنواری لڑکی سے بھی زیادہ ضروری اور اہم تصور کرتے ہیں اور اس کی تاکید کرتے ہیں۔

نکاح ثانی نہ کرنے کی وجوہات

عام طور پر برصغیر پاک وہند میں بیوہ یا مطلقہ کا نکاح ثانی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا جب کہ بعض حالات میں اس کی ناگزیر ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔ تاہم بعض

حالات ایسے بھی ہو سکتے ہیں جس میں اگر عورت نکاح ثانی نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے لاعلمی کے باعث بیوہ یا مطلقہ کے ولی اور قرابت دار خوش دلی سے اس کے نکاح ثانی پر راضی نہیں ہوتے۔

☆ بعض خاندانوں میں یہ روایت رکھی جاتی ہے کہ لڑکی ایک مرتبہ جس خاندان میں بیاہ کر چلی جائے اسے تاحیات وہیں رہنا ہوگا اور بیوہ ہونے کے بعد بھی وہ جبراً اس ہی خاندان کے ساتھ رہنے پر مجبور رہتی ہے۔خواہ نکاح ثانی اس کی اپنی فطری خواہش اور ضرورت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ روایت غیر شرعی ہے۔

☆ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر نے مرنے سے قبل بیوی کو ساری زندگی اپنے والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ رہنے کی وصیت کی ہو اس وجہ سے بیوہ نکاح ثانی نہیں کرتی۔ یہ وصیت غیر شرعی ہے اس پر عمل نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

☆ اگر بیوہ عمر رسیدہ ہو کہ اب نہ تو نکاح کی رغبت رکھتی ہو اور نہ معاشی اور معاشرتی تحفظ (بالغ اولاد کی موجودگی میں) درکار ہو تو اس صورت میں نکاح ثانی سے اجتناب کرے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مخصوص حالات میں اگر بیوہ خاتون درمیانی عمر کی اور بے اولاد ہو اور کوئی قریبی عزیز بھی موجود نہ ہو تو اس خاتون کو نکاح ثانی کر لینا چاہیے۔

☆ پہلے شوہر کے تلخ تجربے کے خوف کی وجہ سے بیوہ نکاح ثانی سے اجتناب کرتی ہے۔ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے، اللہ پر توکل کرتے ہوئے نکاح ثانی کیا جا سکتا ہے۔

☆ بیوہ حیاداری اور اس خوف کی وجہ سے کہ خاندان والے اسے بے باک اور آزاد خیال نہ سمجھیں نکاح ثانی کی خواہش کا اظہار نہیں کرتی، لیکن اگر وہ خواہش مند ہو اور عمر بھی کم ہو تو اس کا نکاح ثانی کرنا ضروری ہے۔

☆ مالی استحکام ہو اور بچے چھوٹے ہوں تو ان کی پرورش کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنے سے اجتناب کرنا بھی ایک سبب ہوتا ہے۔ کیونکہ ممتا کے جذبے کے تحت عورت کا دل اپنے بچوں کو کسی اور کی سرپرستی میں دینے پر مطمئن نہیں ہوتا، لہٰذا وہ ایک وسیع تر مقصد کے حصّول کے لئے یہ فیصلہ کرتی ہے اور صبر کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارتی ہے تو اس قربانی کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

جیسا کہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم ہانی بنت ابو طالب کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے میری آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہوتا ہے اور میرے بچے بھی ہیں اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں سے غافل ہو جاؤں گی اور اگر بچوں کی پرورش کروں گی تو بچوں کی پرورش میں مصروف ہو کر شوہر کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔ (طبقات ابن سعد: تذکرہ ام ہانی)

☆ شوہر کی وفات کے بعد نکاح ثانی نہ کرنے والوں میں وہ خواتین بھی شامل ہیں جو دین کی تعلیم و تدریس، خدمت کے جذبے کے تحت طب و تجارت یا دیگر شعبوں سے منسلک ہو کر اپنی زندگی کو اعلیٰ ترین مقاصد کے لیے وقف کر دیتی ہیں۔

ازواج مطہرات کا اسوۂ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مُعلمِ انسانیت تھے اور ازواج مطہرات ایک مدت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اسلامی تعلیمات کو جذب کرتی رہیں اور ان ہی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انھوں نے اپنی زندگیوں کا ہر لمحہ اُمت کی تربیت کے فرض کی ادائیگی میں صرف کیا۔ ان کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہے، ہر طرح کے حالات میں ان کا کردار خواتینِ اُمت کے لئے نمونہ ہے۔

ازواج مطہرات نکاح ثانی سے مستثنٰی تھیں۔ کیونکہ وہ اُمت کی مائیں ہیں۔ انھوں نے نبی ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دین کی خدمت میں مصروف زندگی گزاری۔ وقت کا بہترین استعمال کیا۔ ان کا اسوۂ قابل تقلید ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنھوں نے اڑتالیس برس بیوگی میں بسر فرمائی آپ رضی اللہ عنہا قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب کی عالمہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 2210 احادیث مروی ہیں۔ دینی علوم کے علاوہ طب، شعروادب اور خطابت میں بھی خاص مہارت رکھتی تھیں۔ دُور دُور سے اہل علم آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کرتے تھے۔ وہ اُمت کی قابل صد احترام روحانی ماں تھیں۔ روحانی اولاد کی تعلیم وتربیت ان کی زندگی کا اہم اور مقدس فریضہ تھا۔ چناچہ انہوں نے پوری زندگی اسی فرض کی انجام دہی میں صرف کردی۔ ان کی زندگی کی مصروفیت یہ تھی کہ چھوٹے بچے اور بچیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی پرورش کرنا اور تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنا۔ پردہ کی اوٹ سے مسجد نبوی میں موجود طالبانِ علم کو علم سے منور کرنا۔ باہر سے آنے والے وفود کی علمی پیاس بجھانا۔ حج کے موقع پر بڑے بڑے حلقہ درس قائم کر کے علمِ دین کی اشاعت کرنا، رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال ان کے پس منظر اور سیاق وسباق کے ساتھ روایت کرنا، دینی معاملات میں اُمت کی الجھنیں دور کرنے کے لئے اپنی قوتِ اجتہاد سے کام لے کر فتوے جاری کرنا، اس کے علاوہ اختلافی معاملات میں اُمت کی رہنمائی بھی کرتیں تھیں۔

☆ اُم المومنین سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تمام اُمہات المومنین میں سب سے آخر میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ان کے انتقال کے بعد عالم اسلام اپنی روحانی ماؤں کے پرشفقت سائے سے محروم ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہا قرآن کی بہترین قاریہ تھیں۔ اپنی زندگی دین کی خدمت میں گزاری۔ آپ رضی اللہ عنہا سے منسوب فتوٰی متفق علیہ ہیں۔ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایتِ حدیث کا نمبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد ہے۔ ان کو اس ذمہ داری کا

احساس تھا کہ وہ اپنی روحانی اولاد کی اللہ کے دین کی تعلیمات کے مطابق تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ رہنے دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وخطبات کو بغورسن کر یاد کرلیا کرتی تھیں۔ انھوں نے وہ تعلیمات اپنی روحانی اولاد تک پہنچانے میں کوئی کمی یا کوتاہی نہیں کی، اسی ذمہ داری میں مصروف رہیں آپ رضی اللہ عنہا سے 378 احادیث مروی ہیں۔

☆ اُم المومنین سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش تقریباً پانچ سال کاشانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں۔ اس دوران انھوں نے دین کے احکام کی تعلیم حاصل کرنے اور اپنی زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد میں اپنی پوری توانائیاں صرف کردیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دیگر اُمہاتُ المومنین کی طرح سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی تمام زندگی اُمتِ مسلمہ کی عموماً اور روحانی بیٹیوں کی خصوصاً تعلیم وتربیت اور ان کے اخلاق واطوار کو انوارِ ہدایت سے منور کرنے کی جدوجہد میں کھپادی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 11 احادیث منقول ہیں آپ اپنے فنِ دباغت سے روزی کماتیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرتیں تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا چمڑے کی ماہر دستکار بھی تھیں۔ اپنی محنت سے جو کماتیں اسے بہت شوق سے فی سبیل اللہ خرچ کر کے روحانی مسرت حاصل کرتیں تھیں۔ ان کی وفات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ایک بے مثال اور قابل تعریف خاتون دنیا سے اٹھ گئیں، وہ یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ تھیں۔"

☆ اُم المومنین سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں جو جنگ میں قید ہو کر آئیں۔ حسین وجمیل اور بیس سال کی عمر تھی نام ان کی بّرہ تھا۔ فطرت صالح اور عقل سلیم کی دولت حاصل تھی۔ اسلام قبول کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ رکھا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ کر اُمہات المومنین میں شامل ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چالیس سال زندہ رہیں۔ انھوں نے یہ دور روحانی اولاد کی

تعلیم وتربیت اور ہدایت ورہنمائی میں گزار دیا۔

☆ اُم المومنین سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام تھیں۔ اسلام کی خاطر سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ کیا، نیک فطرت صالح خاتون تھیں۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت کی برکت سے علم وحکمت اور حقیقت ومعرفت کا جو فیضان ان کو حاصل ہوا اس کو انہوں نے روحانی اولاد تک منتقل کرنے میں پوری مستعدی اور فرض شناسی کا مظاہرہ کیا۔ اُمت کی روحانی ماں اور معلّمہ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی اور احتیاط سے انجام دی۔

☆ اُم المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی اسلام دشمن یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ غزوہ خیبر میں قید ہوکر آئی تھیں۔ اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اکیس بائیس سال کے درمیان تھی۔ قدرت نے انہیں ذہانت وفطانت کی صلاحیتیں بڑی فیاضی سے عطا کی تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام قوتیں توانائیاں روحانی اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے وقف کردیں تھیں۔ مدینہ کی عورتیں تو مسائل کی توضیح وتشریح کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع کرتی ہی تھیں جبکہ باہر سے بھی وفود ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے ہادی ورہنما کی خانگی اور عائلی زندگی کے متعلق ان سے تفصیلی معلومات حاصل کرتے تھے۔ خاص طور پر کوفہ کی عورتیں ان کے پاس مسائل دریافت کرنے آتی تھیں۔

☆ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علم وفضل میں بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات لکھا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 60 احادیث مروی ہیں۔

ان مثالوں سے زندگی کا مقصد واضح ہوجاتا ہے۔ دین کا علم حاصل کرنا، اس کو

دوسروں تک پہنچانا اور اس پر عمل کی کوشش کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری بھی ہے، مصروفیت اور عافیت بھی ہے۔ اس کے علاوہ مسلم خاتون کو کسبِ علم وہنر کا حامل ہونا چاہیے تاکہ اپنے فارغ اوقات میں وہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکے اور اپنے لیے صدقہ جاریہ کا باعث بھی ہو اور فارغ اوقات شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ بے التفاتی برتتے ہیں: صحت اور فراغت۔'' (بخاری شریف)

دعائیں

کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی بیوی اور خاندان کے افراد کو اس غم وصدمے پر صبر کے لئے سب سے بڑی مدد اور رہنمائی قرآن وسنت میں آنے والی دُعاؤں سے ملتی ہے۔ جو اس موقع پر زخم کے مرہم کا کام کرتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے سکینت کا خصوصی احساس ہوتا ہے۔

ذیل میں چند ایسی دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے جو ہر وقت رب العالمین سے دلی تعلق استوار کرنے اور مدد طلب کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

حمدِ باری تعالیٰ:

سُبُحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمُدِهٖ عَدَدَ خَلُقِهٖ وَرِضٰی نَفُسِهٖ
وَزِنَةَ عَرُشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَا تِهٖ

''اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں، اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر اور اس کی ذات کی خوشنودی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر''

دُرودِ شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

دُعائیں:

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ج ھُوَمَوْلٰنَا ج
وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَO

(سورۃ التوبہ: آیت51)

’’کہہ دیجیے کہ ہمیں اللہ کی طرف سے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے سوا
کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔ وہی ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے۔ اور مومنوں کو
اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔‘‘

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ج وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ط
یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُO

(سورۃ یونس: آیت107)

’’اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی
بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے۔ وہ اپنا فضل اپنے
بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچاتا ہے اور وہ بڑی مغفرت، بڑی رحمت والا ہے۔‘‘

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا
وَمُسْتَوْدَعَھَا ط کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍO (سورۃ ہود: آیت 6)

''زمین پر چلنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے،
وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی۔
سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔''

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا صلے اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ صلے
وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُO (سورۃ العنکبوت: آیت 60)

''اور کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی رہتا ہے، اور وہ ہر بات کا سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَامُمْسِکَ لَھَا ج وَمَا یُمْسِکْ لا
فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ط وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُO
(سورۃ فاطر: آیت 2)

''اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں
اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں
اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ
بِنَا صِیَتِھَا ط اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍO
(سورۃ ہود: آیت 56)

''بیشک میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔
جتنے بھی جاندار ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا
ربّ (ملتا) ہے صراط مستقیم پر۔''

...حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۤۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ O

(سورۃ التوبہ: آیت 129)

''اللہ مجھے کافی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میرا توکل ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''

...رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّھَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا O

(سورۃ الکھف: آیت 10)

''اے ہمارے رب! آپ ہمیں اپنی رحمت خاص سے نوازیے اور ہمارے معاملات میں ہمارے لیے درستگی مہیا فرمایئے۔''

...رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ O

(سورۃ القصص: آیت 24)

''اے میرے رب! بے شک میں ہر اس خیر کا محتاج ہوں جو آپ مجھ پر نازل فرمادیں۔''

...اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ...

(سورۃ یوسف: آیت 86)

''بے شک میں اپنی پریشانی اور رنج وغم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں''

...لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ O

(سورۃ الانبیاء: آیت 87)

''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے (اے اللہ!)، پاک ہے آپ کی ذات، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔''

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (صحیح بخاری: کتاب الدعوات)

''اللہ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے۔''

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (ابن ماجہ: جلد2،حدیث335)

''اللہ میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں سمجھتا۔''

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

(جامع ترمذی: کتاب الدعوات 3524)

''اے زندۂ جاوید ہستی! اے کائنات کے منتظم! میں آپ کی رحمت کے وسیلہ سے فریاد کرتا ہوں۔''

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْٓ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

(سنن ابی داوٗد: کتاب الادب 5090)

''اے اللہ! میں آپ کی رحمت کا امیدوار ہوں، آپ مجھے لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے۔ آپ خود ہی میرے تمام کام درست فرما دیجیے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّاا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ.

(صحیح بخاری: کتاب الدعوات 6342)

''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بڑی عظمت والا، بُردبار ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو عرش عظیم کا مالک ہے، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور مالک ہے عرش کریم کا۔''

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنَ الۡهَمِّ وَالۡحَزَنِ وَالۡعَجۡزِ وَالۡكَسَلِ وَالۡبُخۡلِ وَالۡجُبۡنِ وَضَلَعِ الدَّيۡنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ.

(صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر، 2893)

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے، اور پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سُستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔''

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ۔ وَمِنۡ فُجَأَةِ نِقۡمَتِكَ وَمِنۡ جَمِيۡعِ سَخَطِكَ.

(صحیح مسلم: کتاب الرقاق 6943)

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں آپ کی دی ہوئی نعمتوں کے زوال سے اور آپ کی عطا کردہ عافیت کے بدل جانے سے اور آپ کی سزا کے اچانک وارد ہو جانے سے اور آپ کی ہر قسم کی ناراضگی سے۔''

حرف آخر

زندگی نشیب وفراز کے مجموعہ کا نام ہے............اللہ تعالیٰ کی طے شدہ تقدیر میں انسانوں کا کوئی اختیار نہیں ہے۔صبر کے ساتھ شوہر کے غم کو دل کے نہال خانوں میں پوشیدہ رکھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ جو مہلت زندگی باقی ہے اس میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں عطا کی ہیں انھیں بروئے کار لائیں۔ اپنے بچوں کی بہترین دینی اور دنیاوی تربیت کا اہتمام کریں۔ اس کے ساتھ ہی معاشرے کی خرابیوں کے غم کو محسوس کر کے امکان کی حد تک اصلاحی کاموں میں مشغول ہو کر جہاد کا اجر پائیں۔ زندگی کے تاریک پہلوؤں کے بجائے روشن پہلوؤں پر نظر رکھیں۔ انشاء اللہ وقت کے ساتھ کام ضرور آسان ہو جائیں گے۔ ہر مشکل پر اللہ کی مدد طلب کریں۔ کسی مفکّر کا قول ہے کہ چیونٹی کو کافی مہلت دے دی جائے تو پہاڑ کو بھی پارا پارا کر ڈالے گی، جبکہ چیونٹی حقیر مخلوق ہے اور انسان تو اشرف مخلوق ہے۔ اندھیروں سے پریشان ہونے سے بہتر ہے کہ اپنے چراغ کی روشنی کی سمت درست کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی ہے ان کی قدر کریں، جو سہولیات میسر ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے مصروفِ عمل ہو جائیں۔ قرآن انسٹی ٹیوٹ کی انتظامیہ کو آپ کے غم کا احساس ہے آپ ہم کو ہر طرح کی رہنمائی کے لئے تیار پائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو۔ آمین۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

شعبۂ تصنیف وتالیف

قرآن انسٹی ٹیوٹ (برائے خواتین) کراچی

قرآن انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین

پاکستان میں قرآن و سنّت سے رہنمائی لے کر تعلیم و تربیت کا منفرد ادارہ

آپ کے لئے دینی و روحانی فضا میں علمی و اخلاقی تربیت کے لئے درج ذیل کورسز پیش کرتا ہے۔

سہ ماہی فہم القرآن سرٹیفیکٹ کورس
اوقات تعلیم
صبح کی شفٹ 09:00 تا 01:00
شام کی شفٹ 03:00 تا 05:00
تعطیل جمعہ اور اتوار

دو سالہ فہم القرآن ڈپلومہ کورس
اوقات تعلیم
صبح 9 تا 1:00
تعطیل جمعہ اور اتوار

ششماہی فہم القرآن سرٹیفیکٹ کورس
اوقات تعلیم
صبح 9 تا 1:00
تعطیل جمعہ اور اتوار

تجوید و تفہیم القرآن کورس مکمل قرآن مجید
داخلے پورے سال جاری رہتے ہیں
اوقات تعلیم
صبح کی شفٹ 10:30 تا 01:00
شام کی شفٹ 03:00 تا 05:00
بروز پیر تا جمعرات

$1\frac{1}{2}$ سالہ کورس برائے مُدرِّسات
اوقات تعلیم
10:30 تا 01:00
بروز پیر تا جمعرات

بچوں کیلئے ناظرۂ قرآن مجید بمعہ تجوید و تربیت
اوقات تعلیم
دوپہر 3:00 تا 5:00
داخلے پورے سال جاری رہتے ہیں
بروز پیر تا جمعرات

انگریزی زبان میں فہم القرآن کورس
داخلے پورے سال جاری رہتے ہیں
اوقات تعلیم
دوپہر 12:00 تا 02:00
بروز ہفتہ

عربی بول چال کورس
دورانیہ 6 ماہ
اوقات تعلیم
3:30 تا 4:30
بروز جمعرات

ورکنگ وومن کورس
اوقات تعلیم
دوپہر 3:30 تا 5:00
بروز جمعرات

لفظی ترجمہ قرآن و مختصر تشریح برائے ٹین ایجز طالبات
اوقات تعلیم
دوپہر 3:30 تا 4:30
بروز پیر تا جمعرات

تعطیل بروز جمعہ اور اتوار

اس کے علاوہ ہم نصابی سرگرمیاں
- دورہ تفسیر قرآن کریم یکم تا ۱۶ رمضان
- ماہانہ لیکچرز
- غسل میت کا عملی طریقہ
- کمپیوٹر کورس
- تدریب المعلمات Teacher Training Course

★ پُرخلوص و پُرعزم اساتذہ
★ مکمل ایئرکنڈیشنڈ ماحول ★ وسیع لائبریری
★ کشادہ کلاسز
★ ملٹی میڈیا سے آراستہ آڈیٹوریم
★ ٹرانسپورٹ کی سہولت

کیمپس - I
دارالخیر 76-A ٹیپو سلطان روڈ، کراچی۔ فون: 34541144 فون: 34543443
موبائل: 0300-9203810 ای میل: quraninstitute@hotmail.com

کیمپس - II
مسجد فاروق اعظم۔ عائشہ منزل فیڈرل بی ایریا، بلاک 7،
نزد بھائی جان چوک۔ کراچی فون: 36317395 موبائل: 0331-0216151

کیمپس - III
18-C, لین 8، خیابانِ سحر، سحر کمرشل ایریا، فیز VII، D.H.A کراچی
فون: 37612199 موبائل: 0321-2017071

کیمپس - IV
بنگلہ نمبر 148-A بلاک 3 نزد سعدی اسکول و فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال۔
شاہ فیصل کالونی نمبر 3- کراچی فون: 37707758 موبائل: 0332-3186046

کیمپس - V
گُلِ خیرن 20/56 ماڈل کالونی۔ ملیر۔ کراچی
فون: 34491755 موبائل: 0332-9299770

کیمپس - VI
مسجد قریشاں۔ چراغ ہوٹل۔ لانڈھی نمبر 5، بن قاسم، کراچی۔
موبائل: 0332-3240797

کیمپس - VII
28-C فیز-5، سیکٹر-5، بدر کمرشل D.H.A کراچی
فون: 34293576 موبائل: 0331-2640834

قرآن انسٹی ٹیوٹ کی چند اہم مطبوعات

مسنون دُعاؤں سے مزیّن کارڈ

حصولِ علم مبارک
امتحان میں کامیابی پر دیا جانے والا کارڈ

دُعائے شفا
عیادت مریض کے وقت دیا جانے والا دُعاؤں کا کارڈ

شادمانی مبارک
شادی کے موقع پر دیا جانے والا کارڈ

نومولود کیلئے دُعائے خیر
بچہ کی پیدائش پر دیا جانے والا مبارکباد کارڈ

ملنے کا پتہ **قرآن انسٹی ٹیوٹ** کیمپس-I (برائے خواتین)

دارالخیر A-76 ۔ ٹیپو سلطان روڈ۔ کراچی فون: 021-34541144 موبائل: 0300-9203810